# اخبار الرایہ

# شمارنمبر606

(01-جولائی-2026)

(عربی سے ترجمہ)


خطے میں امریکی آلہ کاروں کی سرگرمی...............2
ایران کی موجودہ صورتحال اور اس کے اور امریکہ کے درمیان حملوں کی تجدید...............5
افغانستان کو بین الاقوامی نظام میں ضم کرنے کا امریکی پھندا...............17
حزب التحریر/ولایہ شام کے میڈیا آفس میں تبدیلیاں...............19
چین... فرانس میں جی 7 سربراہی اجلاس کے موقع پر غائب بھی اور حاضر بھی...............20
سوڈانی حکومت کی معاشی پالیسیوں میں افراتفری...............24
مغربی حکمران اپنے دلوں کا کینہ اور بغض ظاہر کرنے سے باز نہیں آتے...............28
سودان کی صورتحال اور شہر العبید کا محاصرہ...............30
سہ فریقی مغاربی سیکورٹی ہم آہنگی...............34
عرب لیگ کو کسی گہری کھائی میں دفن کر دینا چاہیے...............38


امتِ مسلمہ تب علیل ہوئی جب وہ اپنے مشن سے دور اور اپنی ذمہ داری سے غافل ہو گئی، لیکن وہ جلد ہی اپنی صحت یابی حاصل کرلے گی جب اسے مغربی تہذیب کے جبر و تنگی سے نجات کی راہ سجھائی دے گی تاکہ وہ دوبارہ وہ 'بہترین امت' بن جائے جو لوگوں (کی ہدایت) کے لیے برپا کی گئی ہے، پھر وہ عظمت کی بلندیوں پر فائز ہو جائے گی اور حیاتِ نو پائے گی۔ یہ وہ وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس سے خلافت، تمکین اور امن کے متعلق کر رکھا ہے﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً...﴾"اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے، یہ وعدہ فرما رکھا ہے کہ وہ انہیں زمین میں یقیناً اسی طرح خلافت (اقتدار) عطا فرمائے گا جس طرح اس نے ان لوگوں کو عطا فرمائی تھی جو ان سے پہلے تھے، اور ان کے لیے ان کے اس دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے، پائیداری اور غلبہ عطا فرمائے گا، اور ان کے خوف کی حالت کے بعد اسے ان کے لیے امن سے بدل دے گا..."[سورۃ النور:55]

# خطے میں امریکی آلہ کاروں کی سرگرمی

**تحریر: استاد سعید فضل**

**(ترجمہ)**

اگرچہ امریکہ ایران کے خلاف چھیڑی گئی اپنی جنگ کے مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے، اور ایران پر جارحیت کے ذریعے جو کچھ وہ حاصل کرنا چاہتا تھا اس میں اس کے نقائص اور کمزوری بے نقاب ہو چکی ہے، مگر خطے میں اس کے گماشتوں کو یہ بات ہضم نہیں ہوئی۔ اسی لیے جب سے تقریباً چار ماہ قبل ایران پر امریکی جنگ شروع ہوئی ہے، ان کی آنکھوں کی نیند اڑ چکی ہے، اور وہ اپنے آقا ٹرمپ کے لیے کوئی جیت یقینی بنانے، یا کم از کم اسے اس بحران سے باعزت نکالنے کی تگ و دو میں مصروف ہیں۔

اسی رجحان اور دلچسپی کے پیشِ نظر، 21 جون 2026 کو قاہرہ میں مصر، ترکی، سعودی عرب اور پاکستان کے وزرائے خارجہ کا چوتھا مشاورتی اجلاس منعقد ہوا، جس کے بارے میں کہا گیا کہ یہ اس "چار فریقی رابطہ میکانزم" کے فریم ورک کے تحت ہوا ہے جو گزشتہ مہینوں سے علاقائی تناؤ اور بالخصوص ایران کے معاملے کے تناظر میں شکل اختیار کر رہا تھا۔ اس اجلاس کو علاقائی اور بین الاقوامی صورتحال پر تبادلہ خیال کے ایک پلیٹ فارم کے طور پر پیش کیا گیا، جس میں مشرقِ وسطیٰ اور وسیع تر خطے میں امن، سلامتی، استحکام اور خوشحالی کے لیے چاروں ممالک کے درمیان مشاورت اور ہم آہنگی جاری رکھنے پر زور دیا گیا۔

امت کے اہم مسائل پر بحث کے لیے ایجنٹوں کے روایتی اجتماعات کے برعکس، جہاں عموماً ان کی ملاقاتیں مسلمانوں کے مال کا ضیاع اور شرکاء و ناظرین کے وقت کی بربادی ہوتی ہیں، ان کا یہ اجلاس محض پروٹوکول کی حد تک محدود نہیں تھا۔ بلکہ یہ براہِ راست امریکہ ایران افہام و تفہیم کے حوالے سے ایک علاقائی موقف وضع کرنے کی کوشش سے جڑا ہوا تھا، اور ساتھ ہی اس کے خلیج، مشرقِ قریب، توانائی، جہاز رانی کے راستوں اور بین الاقوامی سپلائی چینز کی سلامتی پر پڑنے والے ممکنہ اثرات کے پیشِ نظر تھا۔ بعض سفارتی حلقوں نے یہ اشارہ بھی دیا کہ اس چار فریقی گروپ نے اس میکانزم کو صرف ایران تک محدود رکھنے کے بجائے اسے ایک مستقل اور ادارہ جاتی فریم ورک میں تبدیل کرنے کے امکان پر بھی تبادلہ خیال کیا ہے۔

ترک وزارتِ خارجہ کے سرکاری بیان کے مطابق، یہ اجلاس مصر کی دعوت پر قاہرہ میں منعقد ہوا۔ بیان میں ذکر کیا گیا کہ اجلاس نے علاقائی اور بین الاقوامی پیش رفت پر سیر حاصل تبادلہ خیال کا موقع فراہم کیا اور چاروں ممالک کے درمیان مسلسل مشاورت و ہم آہنگی کی اہمیت کا اعادہ کیا۔ عرب میڈیا رپورٹس میں مزید بتایا گیا کہ یہ گفتگو محض ایران کے معاملے تک محدود نہیں تھی، بلکہ اس میں غزہ کی جنگ، سوڈان اور لیبیا کی صورتحال، اور شاخِ افریقہ (Horn of Africa) کی پیش رفت بھی شامل تھی، تاہم ایران کا مسئلہ ایجنڈے میں سرفہرست رہا کیونکہ اس کا براہِ راست تعلق امریکہ ایران مذاکرات اور اسلام آباد میں دستخط شدہ مفاہمت کی یادداشت سے ہے۔ ان میڈیا رپورٹس کے مطابق، یہ اجلاس ان وسیع تر سفارتی اقدامات کے تسلسل میں ہوا جن کا مقصد مذاکرات کے اس عمل کو سہارا دینا ہے جس کے ذریعے امریکہ وہ کچھ حاصل کر سکے جو وہ ایران کے خلاف عسکری طور پر حاصل کرنے میں ناکام رہا تھا، اور اسے اس سے بھی آگے لے جانا ہے؛ یعنی اسے امریکہ کے "نیو مڈل ایسٹ" منصوبے اور "ابراہم معاہدے" کی طرف دھکیلنا، اور بالآخر یہودی وجود کے ساتھ تعلقات کی بحالی تک پہنچانا ہے۔

چونکہ پاکستان میں امریکہ کے ایجنٹ وہ مرکزی سہولت کار تھے جنہوں نے ایران کو مذاکرات کے جال میں پھنسایا، اس لیے مشترکہ بیان میں 18 جون 2026 کو امریکہ اور ایران کے درمیان اسلام آباد مفاہمت نامے پر دستخط کا برملا خیر مقدم کیا گیا۔ اسے خطے میں استعماری طاقتوں اور بالخصوص امریکہ کے مفاد میں کشیدگی کم کرنے اور ایک ایسے تنازع کو ختم کرنے کی جانب ایک تعمیری قدم قرار دیا گیا جو علاقائی سلامتی اور استحکام کے لیے شدید خطرات کا باعث تھا۔ اس کے ساتھ ہی توانائی کی منڈیوں، بحری گزرگاہوں، سپلائی چینز اور بین الاقوامی تجارت پر اس کے اثرات کو بھی پیشِ نظر رکھا گیا، جن کا ان استعماری ممالک کی معیشتوں پر اثر خطے کے ممالک کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھا۔ ان ممالک پر ایسے لٹیروں کی حکمرانی ہے جن کے ذہن میں بحران کے ستائے عوام کی تکالیف دور کرنے کا خیال تک نہیں آتا، اور ان کے ذہنوں نے جو کچھ بھی سوچا وہ محض عالمی منڈی میں تیل کی قیمتوں میں اضافے کا بہانہ بنا کر ٹیکسوں، فیسوں اور اشیائے ضروریہ کی قیمتوں میں اضافہ کرنا ہے۔ ان "لٹیرے وزیروں" نے مذاکرات کے اگلے مرحلے تک تیز رفتاری اور کامیابی سے پہنچنے کی اہمیت پر زور دیا تاکہ اپنی مالکن امریکہ کو بااختیار بنایا جا سکے، 'نئے ایران' کو اس کے زیرِ اثر لایا جا سکے اور اسے امریکہ کے مدار سے باہر نکلنے کا کوئی موقع نہ دیا جائے۔

امریکہ کا یہ خوف کہ خطے کے ممالک اس کے خلاف بغاوت کر دیں گے، جبکہ ایرانی مثال ان تمام لوگوں کے لیے حوصلہ افزا تھی جو مغربی اور بالخصوص امریکی تسلط سے آزادی کے خواہاں ہیں، اسی کے پیشِ نظر ان وزراء نے امریکہ کی ایماء پر

مذاکراتی عمل کی حمایت کو خطے کے ممالک کے سیکیورٹی خدشات، خاص طور پر خلیج عرب اور مشرقِ قریب کی سلامتی سے متعلق خدشات کو ملحوظ رکھنے کی شرط سے جوڑ دیا۔ یہ عبارت بے نقاب کرتی ہے کہ ان چاروں ممالک کا سرکاری موقف کسی بھی عام امریکہ ایران معاہدے کی حمایت پر مبنی نہیں ہے، بلکہ ایک ایسے مشروط معاہدے کی تائید پر ہے جو امریکہ کے سامنے حقیقی طور پر گھٹنے ٹیکنے کی صورت میں سامنے آئے، اور جو ایسے دوطرفہ مفاہمت کے نمونے کو دوبارہ پیدا نہ کرے جو امریکی مفادات سے تجاوز کر جائے۔

چونکہ یہ ملاقات حقیقی خودمختار حکمرانوں کے درمیان مشاورت نہیں تھی، بلکہ یہ وہ گماشتے تھے جو اپنی مالکن امریکہ کے مفاد میں ایک مخصوص تفویض کردہ کام (فنکشنل ورک) انجام دے رہے تھے، اس لیے اس اجلاس سے سخت ادارہ جاتی معنوں میں کوئی اعلانیہ انتظامی فیصلے سامنے نہیں آئے۔ تاہم اس نے چند واضح سیاسی نتائج ضرور پیدا کیے جو اس اجلاس کی حقیقت، محرک اور مقصد کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان میں سے پہلا نتیجہ امریکہ ایران مفاہمت کی یادداشت کے لیے اس چار فریقی حمایت کی توثیق ہے، جو خطے میں امریکہ کی موجودگی کو برقرار رکھنے اور اس کے مفادات و تسلط کے تحفظ کی بنیاد ہے۔ دوسرا نتیجہ حتمی تصفیے تک پہنچنے کے لیے مابعد کے مذاکرات کو تیز کرنے کی برملا اپیل ہے، جس کے ذریعے امریکہ ایران پر اپنی مرضی مسلط کر سکے۔ تیسرا نتیجہ کسی بھی حتمی معاہدے میں خطے کے ممالک پر امریکی اثر و رسوخ کے سیکیورٹی تحفظات کو لازمی طور پر شامل کرنے کے اصول کو مستحکم کرنا ہے۔ سفارتی ذرائع نے اس چار فریقی ہم آہنگی کو ایک وسیع تر میکانزم میں تبدیل کرنے پر بحث کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جو فلسطین اور سوڈان جیسے دیگر معاملات تک پھیل سکتا ہے۔ اگر یہ معلومات درست ہیں، تو یہ اجلاس محض ایک عارضی موقف کا اظہار نہیں، بلکہ یہ ایک "چار فریقی سازشی فورم" کی تعمیر کا سنگِ بنیاد ہے جو مسلم ممالک میں امریکہ کے منصوبوں اور اسکیموں پر عمل درآمد کرتے ہوئے خطے میں غداری کے ایک وسیع تر کردار کی تیاری کر رہا ہے۔

قاہرہ کا یہ چار فریقی اجلاس ظاہر کرتا ہے کہ ایران کے ساتھ عسکری تصادم کے بجائے مذاکرات کے ذریعے تصفیہ کو ترجیح دینے پر ایک علاقائی اتفاقِ رائے جنم لے رہا ہے، مگر یہ اتفاق اب بھی امریکی نقطہ نظر کے مطابق خلیج اور مشرقِ قریب پر امریکی تسلط مسلط کرنے اور مستقبل کے علاقائی سیکیورٹی انتظامات سے متعلق کڑی شرائط اور تحفظات سے گھرا ہوا ہے۔

**ولایہ مصر میں حزب التحریر کے میڈیا آفس کے رکن**

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سوال کا جواب

# ایران کی موجودہ صورتحال اور اس کے اور امریکہ کے درمیان حملوں کی تجدید

**سوال:**

امریکہ اور ایران کے درمیان دو دنوں میں دوسری بار حملوں کے تبادلے کے ساتھ ہی پاسدارانِ انقلاب نے اتوار کو ایک بیان میں کہا کہ "امریکہ کی جانب سے جنگ بندی کی خلاف ورزی، 18 جون کو ٹرمپ اور مسعود پیز شکیان کے درمیان دستخط شدہ مفاہمت کی یادداشت کی پہلی شق کی خلاف ورزی ہے"۔ دوسری طرف، ٹرمپ نے دوبارہ جنگ کی طرف شُلوٹنے کا اشارہ دیتے ہوئے آج اپنے پلیٹ فارم 'ٹروتھ سوشل' پر ایک پوسٹ میں لکھا: "ایسا وقت آسکتا ہے جب ہم مزید سمجھداری سے کام لینے کے قابل نہ رہیں، اور ہمیں اس مشن کو عسکری طور پر مکمل کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا جسے ہم نے بڑی کامیابی کے ساتھ شروع کیا تھا..."۔ امریکی فوج نے ہفتہ اور اتوار کی درمیانی رات جزیرہ قشم میں مختلف مقامات پر فضائی حملوں کا اعلان کیا تھا، جو ایران کی جانب سے آبنائے ہرمز میں ایک تیل بردار جہاز کو نشانہ بنائے جانے کے چند گھنٹے بعد کیے گئے۔ (العربیہ نیٹ، 28/06/2026)۔ ٹرمپ نے اپنے قریبی ساتھی نیتن یاہو کے ساتھ مل کر

28 فروری 2026 کو ایران پر حملہ کیا تھا، جس میں رہبرِ اعلیٰ اور تقریباً چالیس اعلیٰ حکام جاں بحق ہوئے اور بڑے پیمانے پر تباہی مچی۔ اس کے باوجود، ایران نے 18 جون 2026 کو ٹرمپ کے ساتھ امن قائم کرنے کے لیے ایک مفاہمت کی یادداشت پر دستخط کر دیے، گویا وہ خون جو بہایا گیا اور وہ تنصیبات جو تباہ کی گئیں، ان کی کوئی اہمیت ہی نہ تھی!! جہاں تک باقی مسلمانوں کا تعلق ہے، خواہ وہ ایران کے قریب ہوں یا دور، وہ ان واقعات کو اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے وہ ایران اور امریکہ کے درمیان کوئی غیر جانبدار فریق ہوں، بلکہ وہ امریکہ کے زیادہ قریب نظر آتے ہیں! آخر کب تک مسلمان یوں ہی بکھرے ہوئے استعماری کافروں کی آندھیوں کی زد میں رہیں گے، جبکہ وہ ایک دور میں دنیا کے حکمران اور نور و انصاف کے علمبردار تھے؟

میں آپ سے ایک ایسا جواب چاہتا ہوں جو واقعات کی حقیقت کو واضح کرے، اور یہ بتائے کہ یہ امت دوبارہ کیسے زندہ اور معزز ہو سکتی ہے؟ شکریہ۔

**جواب:**

مذکورہ بالا سوالات کے جواب کے لیے ہم واقعات کی اصل صورتحال اور امت کی عظمتِ رفتہ کی واپسی کا جائزہ لیتے ہیں، اور اللہ ہی مددگار ہے۔

**اول: واقعات کی حقیقت:**

1- امریکی ایجنسی بلومبرگ نے 17 جون 2026 کو امریکہ اور ایران کے درمیان 14 نکات پر مشتمل مفاہمت کی یادداشت کا مسودہ شائع کیا، جو مضمون کے لحاظ سے ان خبروں سے مطابقت رکھتا تھا جو ایرانی نیم سرکاری خبر رساں ایجنسی 'مہر' نے 14 جون 2026 کو ایرانی مذاکراتی ٹیم کے قریبی ذرائع سے نقل کی تھیں۔ اس کے بعد، 18 جون 2026 کو جی سیون (G7) سربراہی اجلاس کے موقع پر، فرانس کے پیلس آف ورسائی (قصر فرساي) میں موجود ایرانی صدر مسعود پیزشکیان اور ان کے امریکی ہم منصب ٹرمپ کے درمیان اس پر اچانک اور غیر متوقع دستخط ہوئے۔ اگرچہ دستخط سوئٹزرلینڈ میں ہونا طے پائے تھے، لیکن سرکش ٹرمپ مسلمانوں کو جنگِ عظیم اول کے بعد ہونے والے 'معاہدہ ورسائی' کی یاد دلانا چاہتا تھا، جس نے مسلمانوں کی ریاست، خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے کا نقشہ کھینچا اور ان کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا تھا۔ گویا پیلس آف ورسائی کے انتخاب کے ذریعے، جس نے پہلے خلافت کے خاتمے سے تاریخ کا رخ موڑ دیا تھا، ٹرمپ خود کو ایک ایسے لیڈر کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہے جو اپنے پیشروؤں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے

تاریخ رقم کرتا ہے! اس طرح، پیلس آف ورسائی میں فریقین کے درمیان ثالث، پاکستانی وزیر اعظم شہباز شریف کی نگرانی میں الیکٹرانک طور پر اس یادداشت پر دستخط کیے گئے، اور اس کے ساتھ ہی اس کے باضابطہ نفاذ کا اعلان کر دیا گیا۔ یہ سب امریکہ اور ایران کے درمیان اس وقت ہوا جب امریکہ نے اپنے "قریبی ساتھی" نیتن یاہو کے ساتھ مل کر گزشتہ فروری کے آخر میں ایک اچانک فوجی آپریشن کیا تھا، جس میں ایرانی نظام کے اعلیٰ سیاسی و فوجی قائدین، خصوصاً حتمی فیصلے کے مالک 'رہبر' کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ امریکہ نے اس جنگ کی مدت چار دن مقرر کی تھی لیکن یہ چالیس دن تک جاری رہی، اور وہ موجودہ نظام کو گرانے یا اپنے وفادار قائدین لانے کا ہدف حاصل نہ کر سکا جس سے وہ ایران کو امریکہ کے 'مدار' میں گھومنے والی ریاست کی سطح سے نکال کر ایک مکمل 'تابع ریاست' بنانا چاہتا تھا۔ ایران کا 47 سال تک امریکہ کے مدار میں رہنا، امریکہ کو اس بات کا لالچی بنا چکا تھا کہ وہ اسے ایک مستقل غلام ریاست بنا لے، خاص طور پر جب امریکہ نے اسے ان علاقوں سے نکالنا شروع کیا جہاں اسے اپنے مفادات کے لیے کام کرنے کی اجازت دی تھی، جیسے شام، عراق، لبنان اور یمن۔ لیکن اس صورتحال نے ایران میں ایسے لوگ پیدا کر دیے جو اب امریکہ سے مکمل آزادی کے بارے میں سوچنے لگے، اور اس میں پاسدارانِ انقلاب کا بڑا کردار تھا۔ ہم نے 3 جون 2026 کو جاری کردہ سوال کے جواب میں اس معاملے کی تفصیل بیان کی تھی، جس میں ہم نے کہا تھا: "... جیسا کہ وینزویلا میں ہوا جب امریکی افواج نے اس کے صدر کو اغوا کر لیا تو اس کی نائب صدر اور دیگر ساتھیوں نے امریکہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیے، لیکن ایران میں ایسا نہیں ہوا۔ اپنے رہبر علی خامنہ ای اور نظام کے بعض دیگر قائدین کے قتل کے بعد بھی پاسدارانِ انقلاب ثابت قدم رہے اور انہوں نے اس جارحیت کا مقابلہ کرنے اور دشمنوں پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا... وہ امریکہ سے آزادی چاہتے ہیں، اس سیاسی دھڑے کے برعکس جو امریکہ کے ساتھ سمجھوتہ کرنا چاہتا ہے اور کم از کم ایک مدار میں گھومنے والی ریاست کے طور پر اس کے ساتھ کام کرنا چاہتا ہے، نہ کہ تابع ریاست کے طور پر..."۔ پاسدارانِ انقلاب کی ثابت قدمی، طاقت اور اثر و رسوخ کی وجہ نئے رہبر 'مجتبیٰ' کے انتخاب میں ان کی پہل تھی، چنانچہ وہ ان کی حمایت کرتے تھے اور اپنی حکومت کے تحفظ کے لیے ان پر تکیہ کرتے تھے؛ وہ اپنے والد (سابق رہبر) اور متعدد حکام کے قتل کے بعد امریکہ کے ساتھ کسی مفاہمت یا امن پر راضی نہیں تھے۔

2- لیکن یہ صورتحال اس وقت بدل گئی جب ایران کے سیاسی حلقے (صدرِ جمہوریہ، اسپیکر پارلیمنٹ اور وزیر خارجہ) رہبر کو یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو گئے کہ یہ مفاہمت ایران کے مفاد میں ہے، اور اس سلسلے میں صدرِ جمہوریہ نے غیر معمولی کوششیں کیں۔ چنانچہ رہبر کی تحریری منظوری سامنے آئی جو 18 جون 2026 کو 'ایکس' (ٹویٹر) اور دیگر پلیٹ

فارمز پر شائع ہوئی، جس میں انہوں نے کہا: "اگرچہ امریکہ کے ساتھ مذاکرات کے حوالے سے ان کا موقف مختلف تھا، لیکن انہوں نے اس مفاہمت کی یادداشت پر اس وقت اتفاق کیا جب ایرانی صدر مسعود پیزشکیان اور دیگر حکام نے یہ عہد کیا کہ وہ ایرانی قوم کے حقوق اور مزاحمتی محاذ کے تحفظ کی مکمل ذمہ داری قبول کرتے ہیں"۔ گویا وہ اس معاہدے کے نتیجے میں ایران کو پہنچنے والے کسی بھی منفی اثر کی ذمہ داری صدر اور دیگر حکام پر ڈال رہے ہیں۔ اس طرح یادداشت پر دستخط ہوئے اور ایرانی صدر مسعود پیزشکیان نے دستخط کے بعد 18 جون 2026 کو 'ایکس' پر بیان دیا کہ: "یہ ایک تاریخی دستاویز اور طاقتور ایران کا پیغام ہے؛ امن باہمی احترام کے سائے میں حاصل ہوگا، اور ایران وقار، آزادی، ترقی اور علاقائی تعاون کو برقرار رکھتے ہوئے ہمیشہ بین الاقوامی امن کا پابند ہے؛ جو کچھ حاصل ہوا وہ قومی استقامت اور سیاسی و سفارتی نظریات کی ذمہ داری کا ثمر ہے"۔ اس کے بعد، رہبر کی اطاعت میں پاسدارانِ انقلاب کی آواز دب گئی۔ ایرانی مجلس شوریٰ کے رکن محمد منان رئیسی نے اپنے حامیوں کے ایک اجتماع میں رہبر کے موقف سے پردہ اٹھاتے ہوئے اس یادداشت کی مخالفت کا اظہار کیا اور کہا: "رہبر مجتبیٰ خامنہ ای نے سپریم نیشنل سیکیورٹی کونسل کے ارکان سے کہا تھا کہ وہ (مفاہمت کی یادداشت سے متعلق) ان سوالات کا الگ الگ جواب دیں، اور غیر معمولی طور پر اس کی منظوری کے لیے 75 فیصد ارکان کی رضامندی شرط رکھی تھی۔ کونسل کے صرف ایک رکن نے اس کی مخالفت کی جبکہ باقی تمام نے حق میں ووٹ دیا... یہ نہیں کہا جاسکتا کہ رہبر نے اس معاہدے کو مکمل دلی خوشی سے قبول کیا ہے، لیکن انہیں اس کا مخالف بھی قرار نہیں دیا جاسکتا..." (ایران انٹرنیشنل، 18/06/2026)۔ ایک کے سوا تمام ارکان کا مفاہمت پر اتفاق اور امریکہ کے ساتھ حتمی معاہدے کی تیاری ظاہر کرتی ہے کہ یہ 'مدار میں گھومنے والی ریاست' کی طعف ان کی ریاست کی واپسی کی راہ ہموار کر رہا ہے، نہ کہ پاسدارانِ انقلاب کی اس سوچ کے مطابق جو پہلے مکمل آزادی کی کوشش کر رہے تھے!

3-اس طرح سیاسی ونگ کا پلہ بھاری ہو گیا جس کی انتہا یہ ہے کہ ایران دوبارہ امریکہ کے مدار میں گھومنا شروع کر دے، یعنی ترکی کی طرح (ایک خود مختار لیکن زیرِ اثر ریاست)، نہ کہ مصر اور شام جیسے خطے کے دیگر ممالک کی طرح اس کا ایک ایجنٹ اور تابع بن کر رہ جائے۔ چنانچہ سیاسی ونگ معاملات اور مذاکرات میں پیش پیش رہا اور پاسدارانِ انقلاب تھوڑا پیچھے ہٹ گئے۔ میں نے "تھوڑا" اس لیے کہا کیونکہ پاسدارانِ انقلاب کا جذبہ ابھی مکمل سرد نہیں ہوا، کیونکہ ان کا سیاسی دھڑے کے ساتھ اختلاف اب بھی برقرار ہے۔ قبل ازیں ایرانی ٹیلی ویژن نے جمعہ کو اعلان کیا تھا کہ آبنائے ہرمز کے حوالے سے امریکہ کے ساتھ ایک رابطہ لائن قائم کی گئی ہے (العربیہ، 26/06/2026)، لیکن پاسدارانِ انقلاب نے فوراً اس کی تردید کر دی۔ (پاسدارانِ انقلاب کے ترجمان حسین محبی نے جمعہ کی شام ان دعوؤں کو مسترد کر دیا جنہیں

انہوں نے امریکی حکام کا دعویٰ قرار دیا کہ آبنائے ہرمز کے بارے میں ایران اور امریکہ کے درمیان ہاٹ لائن قائم کی گئی ہے، اور زور دے کر کہا کہ یہ محض جھوٹ ہے... جبکہ ایرانی پریس ٹی وی نے بھی جمعہ کو رابطہ لائن کے قیام کی خبر دی تھی... العربی الجدید، 26/06/2026)۔ اسی طرح پاسداران انقلاب نے ایران کے مشرقی ساحلوں پر امریکی حملوں کا ترکی بہ ترکی جواب دیا... (سپاہ نیوز ویب سائٹ نے پاسدارانِ انقلاب کا ایک بیان شائع کیا جس میں کہا گیا: امریکہ نے ایرانی ساحلوں پر حملہ کیا جس کی وجہ سے اسے جواب دینا پڑا، جہاں پاسدارانِ انقلاب کی بحریہ نے خطے میں امریکی فوجی ٹھکانوں پر گولہ باری کی، اور بیان میں واشنگٹن پر دونوں فریقوں کے درمیان طے پانے والی مفاہمت کی یادداشت کی خلاف ورزی کا الزام لگایا گیا... الجزیرہ، 26/06/2026)۔

4- مفاہمت کی یادداشت پر دستخط کا واضح مطلب یہ تھا کہ ایران نے اپنے اوپر حملہ کرنے والوں کے ساتھ مستقل جنگ بندی قبول کر لی ہے اور ان سے نہ لڑنے کا عہد کیا ہے۔ یادداشت کی پہلی شق کے مطابق: (فوری اور مستقل جنگ بندی میں لبنان سمیت تمام محاذ شامل ہیں۔ امریکہ اور ایران ایک دوسرے کے خلاف کسی بھی جارحانہ کارروائی نہ کرنے، اور طاقت کے استعمال یا اس کی دھمکی سے گریز کرنے کا عہد کرتے ہیں...)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایران نے اس امریکہ کے خلاف مزاحمت ترک کر دی ہے جس نے اس پر حملہ کیا، اس کے جلیل القدر قائدین کو قتل کیا اور اس کے ایٹمی و حیاتیاتی ری ایکٹرز کو ملبے کا ڈھیر بنا دیا... اگرچہ دوسری شق اندرونی معاملات میں عدم مداخلت کی بات کرتی ہے، لیکن معاہدے کی دیگر شقیں خود ہی اس کی نفی کرتی ہیں! مثال کے طور پر، آٹھویں شق کے تحت: [ایران نے دوبارہ اس بات کی تصدیق کی کہ وہ جوہری ہتھیار حاصل کرنے یا تیار کرنے کی کوشش نہیں کرے گا، اور دونوں فریقوں نے ذخیرہ شدہ افزودہ مواد کے معاملے کو ایک باہمی طے شدہ طریقہ کار کے تحت حل کرنے پر اتفاق کیا ہے... الشرق، 18/06/2026]۔ اسکائی نیوز نے 24 جون 2026 کو شائع کیا کہ [امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے منگل کو کہا کہ ایران کو ایٹمی ہتھیار رکھنے کی ہرگز اجازت نہیں دی جائے گی، اور اشارہ کیا کہ اپنی فوج اور صلاحیتوں کی تباہی کے بعد ایران اب مذاکرات کے لیے مضبوط پوزیشن میں نہیں ہے... ٹرمپ نے مزید کہا کہ ایٹمی انسپکٹرز جلد ہی ایران کی سرزمین پر موجود ہوں گے...]۔ محض اس قسم کی شرائط کا ہونا ہی واضح مداخلت ہے۔

اسی طرح، چھٹی شق امریکہ کو ایران کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا چور دروازہ فراہم کرتی ہے، جہاں یہ درج ہے کہ (امریکہ اپنے علاقائی شراکت داروں کے ساتھ مل کر ایران کی بحالی اور اقتصادی ترقی کے لیے ایک جامع منصوبہ تیار کرنے کا عہد کرتا ہے، جس میں کم از کم 300 بلین ڈالر کی فراہمی کی ضمانت ہو گی۔ اس منصوبے پر عمل درآمد، حتمی

معاہدے کے حصے کے طور پر، 60 دنوں کے اندر طے کیا جائے گا)۔ یہ صریح مداخلت کا راستہ ہے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کچھ!

5- ان تمام باتوں کے باوجود، اس معاہدے میں الفاظ کا گورکھ دھندا ہے۔ ایک پہلو سے اسے ایران کے مفادات کا حصول ظاہر کیا گیا ہے، تو دوسرے رخ سے یہ خالصتاً امریکی مفادات کی تکمیل ہے۔ گویا یہ معاہدہ بارودی سرنگوں سے بھرا ہوا ہے اور ہو سکتا ہے کہ ان بارودی سرنگوں کو ہٹانے کے لیے 60 دن بھی کافی نہ ہوں اور مدت میں توسیع کرنی پڑ جائے! مثال کے طور پر محاصرے کا خاتمہ اور آبنائے ہرمز کا کھولا جانا وغیرہ...

[ایران نے آبنائے ہرمز سے گزرنے کے حوالے سے "مبہم انتظامات" پر متنبہ کیا ہے، کیونکہ وہ اس آبنائے کا ساحلی ملک ہے... اسکائی نیوز، 26/06/2026]۔ یہ ابہام آج ایران اور امریکہ کے درمیان ہونے والی جھڑپوں سے ثابت ہو گیا ہے: (پاسدارانِ انقلاب نے اتوار کو ایک بیان میں کہا کہ "امریکہ کی جانب سے جنگ بندی کی خلاف ورزی مفاہمت کی پہلی شق کی خلاف ورزی ہے، جس سے مذاکراتی عمل مکمل طور پر رک جائے گا؛ انہوں نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ 18 جون کی یادداشت کے تحت آبنائے ہرمز میں جہاز رانی کا کنٹرول ایران کے ہاتھ میں ہے۔ العربیہ نیٹ، 28/06/2026)... مزید یہ کہ یادداشت میں یہ بھی درج ہے کہ (امریکہ حتمی معاہدے کے 30 دنوں کے اندر ایران کے گرد و نواح سے اپنی افواج نکالنے کا عہد کرتا ہے)۔ واضح رہے کہ ایران پہلے پورے خطے سے امریکی افواج کے انخلاء کا مطالبہ کرتا تھا... ادھر امریکہ ایران کے منجمد کردہ 12 ارب ڈالر اس شرط پر واپس کر رہا ہے کہ ان سے امریکی زرعی اور غذائی اجناس ہی خریدی جائیں گی! ٹرمپ کے نائب جے ڈی وینس نے پیر کو ایک کانفرنس میں بتایا کہ ("ایران کے رہا کیے جانے والے اثاثے" صرف "امریکی سویابین، مکئی اور گندم کی خریداری" کے لیے مخصوص ہوں گے... العربیہ، 25/06/2026) لیکن ایران نے اس کی تردید کی ہے... قالیباف نے جمعرات کو تصدیق کی کہ (امریکہ کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ تہران ان اثاثوں سے صرف امریکی مصنوعات خریدے گا... العربیہ، 25/06/2026)۔ پھر حتمی معاہدے کی سلامتی کونسل سے منظوری کی شرط! ایک فریق اسے ایران کی پابندی یقینی بنانے کا ذریعہ سمجھتا ہے، جبکہ دوسرا اسے امریکہ کو پابند کرنے کی ضمانت قرار دیتا ہے، گویا یہ اس کے مفاد کے خلاف ہو! پھر رائٹرز نے 18 جون 2026 کو ایک باخبر ذریعے سے نقل کیا کہ یادداشت میں 'تعمیرِ نو اور ترقیاتی فنڈ' کا ایک منصوبہ ہے اور بتایا کہ (اس فنڈ کا مقصد تہران اور واشنگٹن کے درمیان حتمی معاہدے کے لیے ایک اقتصادی لالچ پیدا کرنا ہے اور یہ فنڈ صرف حتمی دستخط کی صورت میں ہی قائم کیا جائے گا)۔ لہٰذا یہ ایک سجا ہوا جال (بارودی سرنگ) ہے تاکہ

ایران کو حتمی دستخط تک مذاکرات کی زنجیر میں جکڑے رکھا جائے، ایک ایسے فنڈ کے انتظار میں جس کا نقصان اس کے فائدے سے کہیں زیادہ ہے! یہ تمام شقیں مبہم اور خطرناک بارودی سرنگوں کی طرح ہیں!

6-ٹرامپ یہ بات بھانپ چکا ہے کہ وہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے فوجی کارروائیوں میں ناکام رہا ہے، اور وہ اپنے اس جارحانہ رویے کے خلاف پاسداران انقلاب کی مزاحمت دیکھ کر ششدر رہ گیا ہے۔ اب زمینی حقائق ہی ٹرامپ پر دباؤ ڈال رہے ہیں، جس نے اس جنگ میں بہت کچھ کھو دیا ہے۔ عالمی سطح پر، یہاں تک کہ امریکہ کے اندر اور خود اپنی ہی پارٹی اور حامیوں میں اس کا وقار گر چکا ہے اور اس پر اعتماد متزلزل ہو گیا ہے۔ بلاشبہ یہ صورتحال نومبر میں ہونے والے کانگریس کے وسط مدتی انتخابات اور پھر دو سال بعد کے عام انتخابات پر اثر انداز ہو گی۔ مفاہمت کی یادداشت کی چوتھی اور پانچویں دفعات، جو "آبنائے ہرمز" سے متعلق ہیں، بالواسطہ طور پر امریکہ میں کانگریس کے وسط مدتی انتخابات سے جڑی ہوئی ہیں۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ ایران کی جانب سے آبنائے ہرمز کی بندش اور امریکہ کی جانب سے اس کے بحری محاصرے نے —جو کہ عالمی تیل اور مائع گیس کے کل حجم کے پانچویں حصے کی گزرگاہ ہے— بحری نقل و حمل کو مفلوج کر دیا تھا، جس کے نتیجے میں ایندھن اور گیس کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں اور اس کے بعد اشیائے خوردونوش کی قیمتوں میں بھی اسی قدر اضافہ ہوا۔ یہ صورتحال خودبخود وسط مدتی انتخابات پر اثر انداز ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ٹرامپ نے ایران کے ساتھ معاہدے پر دستخط کرنے میں گہری دلچسپی دکھائی تاکہ آبنائے میں آمد و رفت کا تسلسل دوبارہ بحال ہو سکے، کیونکہ آبنائے ہرمز کے کھلنے سے عالمی سطح پر تیل کی قیمتیں تیزی سے گر جائیں گی۔ یوں ٹرامپ کو مذاکرات اور مفاہمت کی یادداشت میں وہ راستہ مل گیا جس کے ذریعے وہ اپنی اس "کامیابی" کا ڈھونگ رچا سکے جو وہ فوجی طاقت سے حاصل کرنے میں ناکام رہا تھا!۔ جب پاسداران انقلاب اپنی بہادری کے ساتھ اس کے سامنے ڈٹ گئے، تو اس نے نظام کے سیاسی پہلو (صدر، اسپیکر پارلیمنٹ اور وزیر خارجہ) میں جائے پناہ تلاش کی، اور انہی لوگوں نے سپریم لیڈر کو مذاکرات اور مفاہمت کی یادداشت پر قائل کرنے میں اہم ترین کردار ادا کیا، جس کے نتیجے میں پاسداران انقلاب کی آواز دبا دی گئی۔ امریکہ کی جانب سے ایران کے ساتھ معاہدے کی تڑپ کی تصدیق تیسری شق سے ہوتی ہے جس کا متن ہے: "ایران اور امریکہ زیادہ سے زیادہ 60 دنوں کے اندر، جو باہمی اتفاق سے قابل توسیع ہے، مذاکرات کرنے اور حتمی معاہدے تک پہنچنے کا عہد کرتے ہیں"۔ یعنی چاہے اس کے لیے مدت ہی کیوں نہ بڑھانی پڑے!۔ جب امریکہ، نظام کی تبدیلی اور اسے ایک تابع ریاست بنانے کے لیے فوجی آپشن میں ناکام ہو گیا، تو اس نے مذاکرات اور حتمی معاہدے تک پہنچنے کے لیے شدید بے تابی دکھائی اور ایران کو دوبارہ ایک ایسی "مدار میں گھومنے والی ریاست" (

(Satellite State) کے طور پر قبول کر لیا جو اسی کے زیرِ اثر رہے جیسا کہ وہ پہلے تھی۔ اور یہ اس وقت ہوا جب ایران میں خاص طور پر پاسدارانِ انقلاب کی جانب سے امریکہ سے مکمل آزادی کی آوازیں اٹھ رہی تھیں۔ ٹرامپ نے اسے اپنی فتح قرار دیا اور سیاسی ونگ، بالخصوص صدر نے اس کے لیے یہ راستہ صاف کیا! چنانچہ ایران کا مذاکرات کے لیے آمادہ ہونا اور پھر حتمی معاہدے پر دستخط کرنا، جبکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ امریکہ جنگ کے ذریعے اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکا، اس کا مطلب ایران کا دوبارہ اسی نقطہ آغاز پر واپس آنا ہے جہاں وہ امریکہ کے زیرِ اثر ایک ریاست تھی۔

7-اس کے بعد، معاہدے پر دستخط ہوتے ہی، ٹرامپ نے ایران بلکہ عام مسلمانوں کے ساتھ ماحول کو خوشگوار بنانے کی کوشش کی۔ ایک طرف ٹرامپ نے 19 جون 2026 کو امریکی ویب سائٹ 'ایکسیس' (Axios) سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: "بدقسمتی سے میں نے ایرانی سپریم لیڈر مجتبیٰ خامنہ ای کو تکلیف پہنچائی"۔ یہ بیان سپریم لیڈر کی جانب سے مفاہمت کی یادداشت کی منظوری کے بعد سامنے آیا، گویا وہ ان کا شکریہ ادا کر رہا ہو۔ دوسری طرف، وہ یہودی وجود (اسرائیل) پر دباؤ ڈالنے کا ناٹک کر رہا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی جنگ اور امن، دونوں میں اسی (امریکہ) کے حکم کے پابند ہیں!۔ چنانچہ ٹرامپ نے نیتن یاہو کی سرِعام سرزنش کی اور 16 جون 2026 کو فرانس میں جی سیون (G7) سربراہی اجلاس کے موقع پر ایک پریس کانفرنس میں کہا: "اس نے اسرائیل کو بتا دیا ہے کہ بیروت پر اس کا حملہ اسے پسند نہیں آیا، اور اب نیتن یاہو کو لبنان کے حوالے سے زیادہ ذمہ داری کا مظاہرہ کرنا چاہیے... میرے بغیر اسرائیل کا وجود ہی نہ ہوتا..." (الجزیرہ، 16/6/2026)۔ اس کے نائب صدر وینس نے ایک پریس کانفرنس میں کہا: "میں اسرائیلی حکومت کے ان ارکان سے کہتا ہوں جو ٹرامپ کے ناقد ہیں کہ پچھلے تین مہینوں کے دوران اسرائیل کی حفاظت کرنے والے دو تہائی ہتھیار امریکہ کے بنے ہوئے تھے اور امریکی ٹیکس دہندگان کے پیسوں سے خریدے گئے تھے... اگر میں اسرائیلی حکومت کا رکن ہوتا تو میں دنیا میں اپنے واحد باقی رہ جانے والے طاقتور اتحادی پر حملہ نہ کرتا" (نیویارک ٹائمز، 18/6/2026)۔ ٹرامپ اور اس کے نائب کی بات اس صورت میں درست ہوتی اگر وہ سچے ہوتے، لیکن یہ کیسے ممکن ہے جبکہ یہودی وجود فلسطین، لبنان اور ہر مقام پر اپنی جارحیت میں صرف امریکہ کے سہارے ہی حرکت کرتا ہے ؟!۔ یہودی وجود کی حیثیت اس سے کہیں کم ہے کہ اسے تنہا کوئی اہمیت دی جائے، اس کا حال تو ویسا ہی ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔﴿**لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ**﴾ "یہ تمھیں تھوڑی بہت تکلیف پہنچانے کے سوا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، اور اگر یہ تم سے لڑیں گے تو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے، پھر انھیں کہیں سے مدد نہیں ملے گی۔" (سورۃ آل عمران، آیت 111)۔

چنانچہ یہودی وجود کی اپنی کوئی ذاتی قوت نہیں ہے سوائے اللہ کی رسی اور لوگوں کی رسی (سہارے) کے؛ اور اللہ کی رسی کو تو وہ اپنے انبیاء کے دور سے ہی کاٹ چکے ہیں، اب ان کے پاس صرف لوگوں کا سہارا ہی باقی رہ گیا ہے!۔ پس امریکہ لبنان پر ان کی جارحیت اور جسے وہ بفر زون کہتے ہیں، اس میں ان کی بھرپور حمایت کر رہا ہے۔ لہٰذا ٹرامپ ہی ان کی جارحیت اور ان کے وجود کی بقا کا اصل ذمہ دار ہے جیسا کہ اس کے ان بیانات سے ظاہر ہے جو اوپر ذکر کیے گئے۔ اللہ انھیں غارت کرے، یہ کہاں بھٹکے پھر رہے ہیں!۔ وہ اب بھی لبنان کے حصوں پر قابض ہیں اور امریکی ہتھیاروں اور "دفاعِ خود اختیاری" کے امریکی جواز کے سائے میں لبنانی علاقوں پر بمباری کر رہے ہیں۔

8- مختصر یہ کہ واقعات کی حقیقت یہی ہے، اور لازم تو یہ تھا کہ ٹرامپ کو مذاکرات کی میز پر وہ کچھ نہ دیا جاتا جو وہ میدانِ جنگ میں حاصل کرنے میں ناکام رہا تھا، خاص طور پر جب کہ ایران کوئی چھوٹی یا کمزور ریاست نہیں ہے۔ اس کے پاس اتنی طاقت موجود ہے کہ وہ ایک طویل جنگ میں ثابت قدم رہ کر امریکہ کو شکست دے سکے اور اسے اس خطے سے اسی طرح ذلیل و خوار کر کے نکال دے جیسے وہ 2021 میں افغانستان سے نکلا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنی پالیسیوں میں مکمل طور پر آزاد ہو جائے تاکہ نہ تو وہ دوبارہ کسی کے زیرِ اثر ریاست بنے اور نہ ہی ایک تابع ملک کے درجے تک گرے۔ ایران کے پاس 1.6 ملین مربع کلومیٹر کا وسیع رقبہ ہے اور پہاڑوں، صحراؤں، وادیوں اور سمندری ساحل پر مشتمل متنوع جغرافیائی خدوخال موجود ہیں، اس کی آبادی تقریباً 90 ملین ہے اور اس کے پاس ایک اسٹریٹیجک گہرائی اور کئی ممالک کے ساتھ سرحدیں ہیں جو کسی بھی محاصرے کے خلاف اس کے لیے راستوں کا کام دیتی ہیں۔ اس کے پاس تیل اور گیس جیسے توانائی کے وسائل اور دیگر قدرتی ذرائع بھی وافر مقدار میں ہیں، اور اس میں غذائی اشیاء کے حوالے سے خود کفیل ہونے کی پوری صلاحیت موجود ہے کیونکہ اس کے پاس زراعت کے لیے کافی زمین ہے۔ یہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس کے پاس ایسی جنگی صنعتیں ہیں جو دفاع کے لیے ہتھیار تیار کر سکتی ہیں، جیسے طویل فاصلے تک مار کرنے والے میزائلوں اور ڈرون طیاروں کی صنعت، اور ان تمام چیزوں کو مزید ترقی دی جا سکتی ہے، ساتھ ہی شہری صنعتوں کو بھی بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ جوہری صنعت کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں، چنانچہ جب ٹرامپ 2018 میں 2015 کے جوہری معاہدے سے دستبردار ہوا، تو ایران تقریباً 440 کلوگرام تک 60 فیصد یورینیم افزودہ کرنے میں کامیاب رہا، جبکہ 2015 کے معاہدے میں یہ شرح 3.67 فیصد سے زیادہ نہیں تھی!۔

یہی وجہ ہے کہ مفاہمت کی یادداشت پر دستخط کرنا اور پھر ان نکات پر حتمی دستخط کے لیے مذاکرات کا آغاز کرنا ایک بہت بڑی پسپائی ہے!۔ یہ اس امریکہ کے لیے زندگی کی نوید ہے جو ایران کے ساتھ معرکے میں ہار چکا تھا اور اس جنگ میں

بری طرح پھنس گیا تھا جس نے اسے 4ماہ سے زیادہ عرصے تک الجھائے رکھا۔ لیکن ایرانی سیاسی قیادت کی سچی مرضی اور اصولی پختگی کمزور پڑگئی، یہاں تک کہ وہ پاسدارانِ انقلاب کے سامنے بھی آڑے آگئے جب اس نے امریکی اثرورسوخ سے آزادی پانے اور امریکی جارحیت اور اس کے ساتھ جڑے یہودی وجود کو پسپا کرنے کے لیے قربانی دینے کی کوشش کی۔ اس کے برعکس، صدرِ مملکت نے اس یادداشت پر دستخط کر دیے اور ٹرامپ کو وہ کامیابی تھمادی جو وہ جنگ کے ذریعے حاصل کرنے سے قاصر رہا تھا!۔

**دوم:** رہا یہ سوال کہ امتِ مسلمہ اس ذلت کے بعد جس میں وہ اس وقت جی رہی ہے، دوبارہ کس طرح زندہ اور معزز ہوگی، تو یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے بلکہ اللہ قوی وعزیز کی کتاب اور اس کے سچے اور امین رسول ﷺ کی سنت میں واضح درج ہے، یعنی مسلمانوں کی ایک ایسی خلافت جو ان پر اس قانون کے مطابق حکومت کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے:

﴿**وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنَّ كَثِيراً مِنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ**﴾ "اور یہ کہ (اے نبی!) آپ ان کے درمیان اسی کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں، اور ان سے بچ کر رہیں کہ کہیں یہ آپ کو اللہ کے نازل کردہ کسی حکم سے بہکانہ دیں۔ پھر اگر یہ منہ موڑیں تو جان لیں کہ اللہ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے انھیں مصیبت میں ڈالنا چاہتا ہے، اور یقیناً لوگوں میں سے اکثر نافرمان ہیں۔" (سورۃ المائدہ: آیت 49)۔ اور ایک ایسا خلیفہ جس کی قیادت میں مسلمان اللہ کی راہ میں جہاد کریں، جیسا کہ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«**إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ**» "امام (خلیفہ) ایک ڈھال ہے جس کے پیچھے رہ کر لڑا جاتا ہے اور جس کے ذریعے (دشمن سے) بچاؤ کیا جاتا ہے"۔ پھر وہ طویل صدیاں جو اسلامی ریاست، خلافتِ راشدہ کی عظمت اور مسلمانوں کی عزت وعدل کی گواہی دیتی ہیں... انھوں نے اللہ کے نازل کردہ احکامات کے ذریعے حکومت کرکے اللہ کے دین کی نصرت کی تو اللہ نے ان کی مدد فرمائی۔ پھر جب استعماری کفار نے مسلم ممالک میں موجود اپنے ایجنٹوں کے ساتھ مل کر سازشوں کے ذریعے اس ریاست کو ڈھایا، تو مسلمان ذلت، رسوائی اور معاشی تنگی کا شکار ہو گئے۔﴿**وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكاً**﴾ "اور جس نے میرے ذکر (ہدایت) سے منہ موڑا تو اس کے لیے معیشت (زندگی) تنگ ہوگی۔" (سورۃ طہٰ: آیت 124)۔

لیکن اللہ کے حکم سے یہ صورتحال طویل نہیں ہو گی، کیونکہ خلافت اللہ کے سچے وعدے کے مطابق واپس آنے والی ہے:
﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئاً وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ "تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور خلافت (اقتدار) عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو عطا فرمائی تھی، اور ان کے لیے ان کے اس دین کو مستحکم کر دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے، اور ان کے خوف کی حالت کو امن میں بدل دے گا۔ وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، اور جو اس کے بعد کفر کرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔" (سورۃ النور: آیت 55)۔ اور اس "جبر کی حکمرانی" کے بعد جس میں ہم جی رہے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی خوشخبری موجود ہے، امام احمد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «... ثُمَّ تَكُونُ مُلْكاً جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ. ثُمَّ سَكَتَ» "... پھر جبر کی حکمرانی ہو گی اور جب تک اللہ چاہے گا رہے گی، پھر جب اللہ اسے اٹھانا چاہے گا تو اٹھا لے گا، پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت قائم ہو گی۔ پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے"۔ پس خلافت اللہ کے حکم سے واپس آنے والی ہے اور اللہ کا اپنے دین کی نصرت کرنے والوں کی مدد کرنا ایک پکا وعدہ ہے: ﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ "اور اللہ ضرور اس کی مدد فرمائے گا جو اس کے (دین) کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ بہت قوت والا اور غالب ہے۔" (سورۃ الحج: آیت 40)۔

مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ نصرت ہم پر آسمان سے یوں نازل نہیں ہو گی کہ فرشتے اسے ہمارے پاس لے کر آئیں اور جب ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہوں تو وہ ہمارے لیے خلافت قائم کر دیں۔ بلکہ ہمیں عمل کرنا ہو گا، محنت اور جدوجہد کرنی ہو گی، اور اپنے عمل میں سچائی اور اخلاص کو تلاش کرنا ہو گا، اور اللہ کے اس وعدے پر کامل یقین رکھنا ہو گا کہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے انھیں خلافت عطا کی جائے گی۔ پس یہ دونوں چیزیں ناگزیر ہیں: ایمان اور عملِ صالح۔ ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

﴿لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ...﴾ "تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور خلافت عطا فرمائے گا..." (سورۃ النور: آیت 55)۔ اور یہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں پوری طرح واضح ہے کہ آپ ﷺ نے کیسے کام کیا اور کیسی تکلیفیں برداشت کیں... یہاں تک کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نصرت آپ ﷺ کے پاس آئی۔ آپ ﷺ نے اللہ کے دین کی نصرت کی تو اللہ نے آپ ﷺ کی مدد فرمائی، اور یہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی سنت ہے: ﴿سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلاً﴾ "اللہ کی یہی سنت ان لوگوں میں بھی رہی ہے جو پہلے گزر چکے ہیں، اور تم اللہ کی سنت میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔" (سورۃ الفتح: آیت 23)۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا، اور اسی طرح آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ ﷺ کی اتباع کی، اور ہمیں بھی ویسا ہی ہونا چاہیے، تو اللہ کی نصرت بلاشبہ آئے گی، اس کے حکم سے، اور امید ہے کہ وہ قریب ہی ہو۔

یہی وہ راستہ ہے جو امت کو نجات دلائے گا، اسے اس کی کھوئی ہوئی عزت واپس دلائے گا، اس کی قوت و شوکت کو بحال کرے گا اور اس کے دشمنوں کو اس پر جارحیت کرنے سے پہلے ہزار بار سوچنے پر مجبور کر دے گا۔ یہ صرف اور صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس کی خلافت دوبارہ قائم ہو اور زمین اس کی خیر و برکت اور عدل و انصاف سے منور ہو جائے؛ اور جس طرح خلافت نے ماضی میں قیصر و کسریٰ کے تکبر کو خاک میں ملایا تھا، اسی طرح وہ ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے دورِ حاضر کے متکبرین جیسے ظالم ٹرامپ اور اس جیسے دیگر استعماری کفار کا بھی خاتمہ کرے گی۔ ﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ * بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ "اور اس دن مومن خوش ہوں گے۔ اللہ کی نصرت سے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے اور وہ نہایت غالب اور رحم فرمانے والا ہے۔" (سورۃ الروم: آیات 4-5)۔ ﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ﴾ "بے شک اس میں اس شخص کے لیے نصیحت ہے جس کے پاس (بیدار) دل ہو یا وہ پوری توجہ سے بات سنے اور وہ حاضرِ دماغ ہو۔" (سورۃ ق: آیت 37)۔

13 محرم الحرام 1448ھ

28 جون 2026ء

# افغانستان کو بین الاقوامی نظام میں ضم کرنے کا امریکی پھندا

اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل میں امریکی نمائندے نے ایک بار پھر تکبر کے ساتھ یہ بیان دیا کہ امریکہ اور افغانستان کے درمیان تعلقات کی بحالی کی جانب اٹھنے والا ہر قدم مکمل طور پر افغانستان کے حکمرانوں کے افعال اور ان کے طرزِ عمل میں تبدیلی پر منحصر ہے، بالخصوص خواتین کے حقوق اور دہشت گردی کے خلاف جنگ کے وعدوں کے حوالے سے۔

اس پر حزب التحریر ولایہ افغانستان کے میڈیا آفس نے ایک پریس ریلیز جاری کی ہے جس میں درج ذیل نکات پر زور دیا گیا ہے:

1- مغرب "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کے جھنڈے تلے جو کچھ پیش کرتا ہے، وہ درحقیقت سیاسی اسلام کے خلاف اس کی جاری کشمکش اور ایک متحدہ ریاستِ خلافت کی واپسی کو روکنے کی کوششوں پر پڑا ایک لبادہ ہے۔ وہ خلافت جس کا مقصد استعماری قومی سرحدوں کو مٹا کر امتِ مسلمہ کو متحد کرنا ہے۔ بین الاقوامی نظام میں امریکہ کی منظوری اور تسلیمیت حاصل کرنے کی کوشش ایک ایسی راہ ہے جو اسلام کے ادھورے نفاذ، اسلامی اقدار سے پسپائی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب سے دوری کی طرف لے جاتی ہے۔ انجام کار، یہ راستہ مغربی اقدار اور معیارات میں مدغم ہونے کی راہ ہموار کرتا ہے۔

2- استعماری طاقتیں دباؤ کے مختلف نرم اور سخت حربوں، اور ترغیب و تحریص اور دھونس و دھمکی کی پالیسیوں کے ذریعے، افغانستان کے حکمرانوں کے سیاسی ارادے کو بتدریج کمزور کرنے کی کوشش کر رہی ہیں تاکہ شریعت کا مکمل نفاذ نہ ہو سکے۔ یا دوسری صورت میں، وہ انہیں یہ باور کرانے کی تگ و دو میں ہیں کہ بین الاقوامی نظام کو قبول کرنا، بین الاقوامی تنظیموں میں شمولیت اختیار کرنا، استعماری طاقتوں کے ساتھ لین دین کرنا اور اسلام کے مکمل نفاذ سے دستبردار ہونا ہی عالمی قانونی حیثیت حاصل کرنے، اپنی بقا کی ضمانت لینے اور اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کا واحد ممکنہ راستہ ہے۔

3- امریکہ نے مسلم ممالک کے حکمرانوں کے لیے "سیاست اور سیاسی بصیرت" کی ایک نئی تعریف متعارف کرائی ہے۔ اس تعریف کے مطابق، حکمرانوں کی ذہانت اور کامیابی کا معیار یہ نہیں کہ وہ امتِ مسلمہ اور اس کی اقدار کا کتنا دفاع کرتے ہیں، بلکہ یہ ہے کہ وہ مغربی مفادات کے ساتھ کس حد تک ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ اسی بنیاد پر، پاکستان کے وہ حکمران جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ امریکہ کی خدمت گزاری اور افغانستان میں اپنے مسلمان بھائیوں کی سرکوبی کر کے ایک کامیاب سیاست کر رہے ہیں، یا خلیجی ریاستوں اور ترکی کے وہ حکمران جو مغربی مفادات کا پہرا دے رہے ہیں، انہیں حقیقت پسند اور سیاسی بصیرت کی مثالوں کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ امریکہ افغانستان کے حکمرانوں سے بھی اسی قسم کی سیاسی بصیرت اور حقیقت پسندی کی توقع رکھتا ہے، تاکہ وہ بین الاقوامی نظام کے تقاضوں اور مغربی طاقتوں کے مطالبات کو شریعت پر مبنی سیاست پر فوقیت دیں۔ دریں اثنا، غزہ جیسے مسلم خطے مغربی جرائم کی آگ میں جھلس رہے ہیں، لیکن ان میں سے کوئی بھی (ذہین) حکمران مسلمانوں کی خلاصی میں کوئی حقیقی دلچسپی نہیں دکھاتا۔

4- متکبر امریکی عالمی نظام کا مقابلہ کرنے کے لیے شریعت پر مبنی حل مادی اعتبارات، تدریجی عمل، قومی ریاست کی بقایا محض معیشت کے گرد گھومنے والی پالیسیوں کے ذریعے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام اور امتِ مسلمہ کے مشن کی تکمیل فرعون، نمرود اور قارون کے عالمی کارواں میں شامل ہو کر ممکن نہیں۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنے دور کے رائج عالمی نظام، جس پر اس وقت کی دو بڑی طاقتوں رومیوں اور فارسیوں کا غلبہ تھا، سے مکمل آزاد ایک اسلامی نظام قائم کیا تھا، بالکل اسی طرح آج ہم سے یہ مطالبہ ہے کہ ہم شریعت کے معیارات اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پر مبنی ایک عالمی اسلامی نظام کی بنیاد رکھیں۔ یہ ہدف صرف نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت راشدہ کے قیام سے ہی حاصل ہو سکتا ہے، اور یہ وہ وعدہ ہے جو صرف ان مومنین کے ہاتھوں پورا ہو گا جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نصرت پر کامل یقین رکھتے ہیں، جو اس کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی تگ و دو کرتے ہیں اور جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اس کٹھن راہ پر گامزن ہیں۔

# حزب التحریر / ولایہ شام کے میڈیا آفس میں تبدیلیاں

## تحریری، بصری اور سمعی ابلاغی اداروں اور معزز صحافی حضرات کے نام

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ہم آپ کو مطلع کرتے ہیں کہ حزب التحریر / ولایہ شام کے میڈیا آفس کے سربراہ یکم محرم الحرام 1448ھ بمطابق 16 جون 2026ء سے جناب علی مصطفیٰ البکری مقرر ہوئے ہیں۔ ساتھ ہی ہم جناب احمد عبد الوہاب کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے برسوں تک میڈیا آفس کی سربراہی کے دوران اپنی بھرپور کوششیں اور لگن صرف کی۔

ہم آپ کو یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ میڈیا آفس اور اس کے نئے سربراہ کے سوشل میڈیا اکاؤنٹس درج ذیل ہیں:

سربراہ میڈیا آفس کا ای میل:siryateastahrer@gmail.com

سربراہ میڈیا آفس کا فیس بک پیج: https://www.facebook.com/people/علي-مصطفى-البكري/61590454397210/

میڈیا آفس کا ای میل:syriatahrir44@gmail.com

حزب التحریر ولایہ شام کے میڈیا آفس کا آفیشل فیس بک پیج:www.facebook.com/tahrir.s2025

چنانچہ کسی بھی معاملے میں حزب سے رابطے کے لیے، مثلاً حزب کے کسی موقف کے بارے میں دریافت کرنا، موجودہ حالات پر اس کی سیاسی رائے جاننا، یا میڈیا انٹرویوز وغیرہ کے لیے آپ مذکورہ بالا پتوں پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ آپ حزب سے متعلق معلومات کسی دوسرے میڈیا ذرائع کے بجائے براہِ راست ہمارے میڈیا آفس سے ہی حاصل کریں گے۔

# چین... فرانس میں جی 7 سربراہی اجلاس کے موقع پر غائب بھی اور حاضر بھی

**تحریر: انجینئر وسام الاطرش**

**(ترجمہ)**

جب 15 جون 2026 سے تین روز کے لیے جی 7 کے رہنما فرانس میں اکٹھے ہوئے، تو میز کے گرد چین کی کوئی نشست تو موجود نہ تھی، مگر ہال کے ہر کونے، بحث کے ہر نکتے اور ان بیشتر خدشات میں چین ہی موجود تھا جو مغربی رہنما اپنے ساتھ اس اجلاس میں لائے تھے۔

اس مرتبہ تصویر نمایاں طور پر مختلف نظر آئی۔ جی 7 گروپ، جو گزشتہ صدی کی ستر کی دہائی میں قائم ہوا اور بنیادی طور پر بڑی صنعتی معیشتوں کے کلب اور مغربی سرمایہ دارانہ نظام کے محافظ کے طور پر وجود میں آیا تھا، اس نے خود کو ایک ایسی ریاست پر بحث کرتے ہوئے پایا جو اس کی رکن تو نہیں، مگر اب وہ اتنی بڑی ہو چکی ہے کہ اسے نظر انداز کرنا ممکن نہیں رہا، اور اتنی طاقتور ہو چکی ہے کہ اسے محض ایک روایتی حریف کے خانے تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔

اس تبدیلی کی سب سے واضح علامت شاید وہ ورچوئل اجلاس تھا جو فرانسیسی صدر میکرون نے سربراہی اجلاس کے انعقاد سے چند روز قبل 11 جون 2026 کو طلب کیا تھا۔ اس اجلاس میں امریکہ، چین، یورپ اور بین الاقوامی مالیاتی اداروں، بالخصوص آئی ایم ایف سمیت کئی ممالک نے شرکت کی۔ یہ محض ایک روایتی یا پروٹوکول کے تحت ہونے والی ملاقات نہیں تھی، بلکہ یہ ایک ایسا سیاسی اور معاشی اعتراف تھا کہ عالمی نظام اب اس مرحلے پر پہنچ چکا ہے جہاں چین کے بغیر اس کی خرابیوں کو درست کرنا ممکن نہیں رہا۔ میکرون نے کسی ایسے "چینی مسئلے" کی بات نہیں کی جسے روکنا یا قابو کرنا ضروری ہو، بلکہ انہوں نے ان "عالمی عدم توازن" کا ذکر کیا جن کے لیے یورپ، امریکہ اور چین کے درمیان فوری ہم آہنگی کی ضرورت ہے۔ سب سے اہم بات یہ کہ انہوں نے خبردار کیا کہ اس ہم آہنگی کی عدم موجودگی "سخت معاشی اور مالیاتی تبدیلیوں" کا باعث بن سکتی ہے جو عالمی استحکام کے لیے خطرہ ہوں گی۔ اس خطاب کے جوہر میں ایک ایسا واضح اعتراف چھپا ہے کہ پسپائی اختیار کرتا ہوا مغرب اب تنہا عالمی معیشت کو چلانے کے قابل نہیں رہا۔

جی 7 کئی دہائیوں سے معاشی کھیل کے اصول وضع کرنے اور پھر دوسروں سے ان پر عمل درآمد کروانے کی عادی رہی ہے۔ لیکن آج، اس کے اہم ترین رہنماؤں میں سے ایک چین کو انہی توازنات کی دوبارہ تشکیل میں شرکت کی دعوت دے رہا ہے جو کبھی مغرب نے خود قائم کیے تھے۔ ان دو تصویروں کے درمیان عالمی سرمایہ دارانہ نظام میں آنے والی اس بڑی تبدیلی کی کہانی سمٹی ہوئی ہے۔ چین، جو چار دہائیوں پہلے عالمی معیشت کے حاشیے پر محض ایک ترقی پزیر معیشت تھا، آج "دنیا کی فیکٹری"، بین الاقوامی سپلائی کا مرکزی محور، درجنوں ممالک کا سب سے بڑا تجارتی شراکت دار اور ایک ایسی ٹیکنالوجیکل قوت بن چکا ہے جو ان شعبوں میں مغرب کا مقابلہ کر رہا ہے جو کچھ عرصہ پہلے تک صرف مغرب کی اجارہ داری تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب کے لیے اب مسئلہ صرف چینی معیشت کا حجم نہیں، بلکہ اس کی رفتار اور سمت ہے۔

وہ یورپی جنہوں نے دہائیوں تک چین کو ایک بڑی مارکیٹ اور سستی لیبر کے ذریعے خوش آمدید کہا تھا، اب یہ جان چکے ہیں کہ جس دیو قامت ملک کو انہوں نے عالمی سرمایہ دارانہ معیشت میں ضم کرنے میں مدد دی تھی، وہ اب ایک اسٹریٹجک حریف میں بدل چکا ہے جو ان کی صنعتی اور ٹیکنالوجیکل برتری کے لیے خطرہ ہے۔ اسی پس منظر میں چینی الیکٹرک گاڑیوں، ماحول دوست صنعتوں، الیکٹرانک چپس اور ایشیا سے آنے والی سپلائی چینز پر ضرورت سے زیادہ انحصار کے بارے میں بڑھتے ہوئے یورپی لب و لہجے کو سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن مغرب کو چینی برآمدات سے زیادہ جس چیز نے پریشان کر رکھا ہے وہ چین کا بڑھتا ہوا اثر و رسوخ ہے۔ فرانس کے شہر ایویان (Evian) میں جی 7 رہنماؤں کے اکٹھے ہونے سے چند روز قبل کینیڈا کے "میگز انسٹی ٹیوٹ" (Meigs Institute) کی جانب سے جاری کردہ ایک رپورٹ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ بیجنگ جی 7 ممالک کے ماحول میں مختلف معاشی، تعلیمی، ٹیکنالوجیکل اور ثقافتی ذرائع سے سرایت کرنے کی طویل مدتی حکمت عملی پر عمل پیرا ہے۔ یہ ایسی حکمت عملی ہے جسے رپورٹ "منظم، ہم آہنگ ہونے والی اور گہری جڑوں والی" قرار دیتی ہے۔ فرانس نے "فرانس 24" چینل کے ذریعے اس رپورٹ کے مندرجات کی میڈیا کوریج کے ذریعے اس بارے میں خبردار بھی کیا ہے۔ اس تصور کے مطابق، چین مغرب کے ساتھ براہ راست تصادم پر نہیں، بلکہ اس کے معاشی، علمی اور تجارتی ڈھانچے میں بتدریج سرایت کرنے پر انحصار کرتا ہے، تاکہ وہ ایک ایسا پائیدار اثر و رسوخ قائم کر سکے جسے بعد میں روکنا مشکل ہو۔

اس حکمت عملی میں اہم انفراسٹرکچر میں سرمایہ کاری، یونیورسٹیوں اور تحقیقی مراکز میں اپنی موجودگی کو وسعت دینا، اور تجارتی روابط و سپلائی چینز کو مزید گہرا کرنا شامل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ باہمی انحصار کو اس حد تک بڑھانا ہے کہ مغربی

ممالک کے لیے بھاری قیمت چکائے بغیر اپنی معیشتوں کو چینی معیشت سے الگ کرنا مشکل ہو جائے۔ دوسرے لفظوں میں، جب جی 7 چین کو ایک بیرونی کھلاڑی کے طور پر دیکھ رہی تھی، چین خاموشی سے اسی معاشی دائرے کے اندر اپنی جڑیں مضبوط کرنے پر کام کر رہا تھا جس کی نمائندگی یہ گروپ کرتا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ چین کی یہ توسیع ایک ایسے مرحلے پر ہو رہی ہے جب بین الاقوامی نظام پر اپنی مرضی مسلط کرنے کی مغربی صلاحیت میں نسبتاً کمی دیکھی جا رہی ہے۔

یوکرین کی جنگ نے مغرب کی سیاسی اور معاشی توانائی کا ایک اہم حصہ نچوڑ لیا ہے۔ مشرقِ وسطیٰ میں بڑھتی ہوئی کشیدگی اور ایران و اس کے علاقائی بازوؤں کے ساتھ جاری کھلی جنگ نے امریکہ کے اثر و رسوخ اور بیک وقت متعدد بحرانوں سے نمٹنے کی صلاحیت کی حدود کو بے نقاب کر دیا ہے، جبکہ وہ کچھ عرصہ پہلے تک اپنے بیڑوں، طیاروں اور جنگی جہازوں کی نقل و حرکت میں مصروف تھا۔ اسی طرح مغربی کیمپ کے اندرونی اختلافات پہلے سے کہیں زیادہ واضح ہو گئے ہیں، خاص طور پر ٹرمپ کی جانب سے ایک ایسا نقشہ شائع کرنے کے بعد جس میں کینیڈا اور گرین لینڈ کو امریکہ کا حصہ دکھایا گیا تھا، اور پھر جرمنی سے امریکی فوجیوں کے انخلاء کے بعد، جس نے نیٹو اتحادیوں کے درمیان تعلقات کی دراڑوں کو مزید گہرا کر دیا۔

اس کے برعکس، چین ایک مختلف انداز اور رفتار سے اپنا اثر و رسوخ تعمیر کرنا جاری رکھے ہوئے ہے۔ وہ بیرونی جنگیں نہیں لڑتا، اور نہ ہی اس سطح پر فوجی اڈے قائم کرتا ہے جیسے امریکہ کرتا ہے، بلکہ وہ اپنے اثر و رسوخ کو وسعت دینے کے لیے معیشت، تجارت، سرمایہ کاری اور سفارت کاری کو بنیادی ہتھیار کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ اسی لیے آج وہ ایک ایسی پوزیشن میں نظر آتا ہے جو اسے ان معاملات میں ایک کلیدی کھلاڑی بننے کی اجازت دیتا ہے جو کبھی مغربی طاقتوں کی اجارہ داری تھے۔ اس سلسلے میں ایران کا معاملہ ایک واضح مثال بن کر ابھرتا ہے۔ چین نہ صرف ایران کا سب سے بڑا تجارتی شراکت دار ہے، بلکہ وہ خلیجی عرب ممالک کے ساتھ بھی مضبوط تعلقات رکھتا ہے، اور مختلف بین الاقوامی قوتوں کے ساتھ اس کے رابطے کے ذرائع بھی کھلے ہیں۔ یہ منفرد مقام اسے سفارتی کردار ادا کرنے کی بڑھتی ہوئی صلاحیت فراہم کرتا ہے جو خطے کے بحرانوں کے پیچیدہ ہونے اور روایتی مغربی ہتھیاروں کی تاثیر کم ہونے کے ساتھ ساتھ مزید اہم ہو سکتے ہیں۔

یہ بعید نہیں کہ مستقبل میں بڑی طاقتیں خود کو ایران کے حوالے سے کسی بھی نئے سیکورٹی یا معاشی انتظامات، بالخصوص ایٹمی معاملے سے متعلق معاملات میں چینی ثالثی یا اس کی شرکت کی ضرورت مند پائیں۔ شاید سب سے نمایاں تضاد یہ ہے کہ عالمی معاشی توازن میں بگاڑ کا وہ مسئلہ جسے جی 7 اپنے ایجنڈے میں سرفہرست رکھنے پر اصرار کرتی ہے، فرانس سربراہی اجلاس کے اختتام پر ختم نہیں ہو گا، بلکہ اسے سال کے آخر میں امریکہ میں ہونے والے جی 20 سربراہی اجلاس میں منتقل کر دیا جائے گا، جہاں اس بار چین میز کے گرد موجود ہو گا، باہر نہیں ہو گا۔ صرف یہی حقیقت بین الاقوامی نظام میں آنے والی تبدیلی کی وسعت کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ مغربی طاقتیں جو دہائیوں سے اپنے اداروں اور اتحادوں کے اندر سے عالمی معیشت کو چلانے کی عادی تھیں، آج یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ عالمی معیشت میں توازن بحال کرنے یا اس کے بڑے بگاڑ کو درست کرنے کی کوئی بھی کوشش چین کی شرکت کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جی 7 اجلاس، جو چین کی غیر موجودگی میں اس پر بحث کرتا ہے، اور جی 20 اجلاس کے درمیان، جو اس کی موجودگی میں انہی مسائل پر بحث کرے گا، ایک تیزی سے بدلتی ہوئی دنیا کی تصویر واضح ہوتی ہے: ایک ایسی دنیا جہاں چین اب محض ایک ابھرتی ہوئی طاقت نہیں رہا جو "سورج کے نیچے" اپنے لیے جگہ تلاش کر رہی ہے، بلکہ وہ ایک ایسی بین الاقوامی قوت بن چکا ہے جس کی معاشی اور سیاسی مساوات کے گرد اب سورج خود گردش کر رہا ہے۔ اس لحاظ سے، جی 7 سربراہی اجلاس میں حقیقی غائب چین نہیں تھا، بلکہ وہ دور تھا جب مغرب تنہا دنیا کو چلانے کے قابل تھا۔

مغربی یک قطبی غلبے کے عہد کے خاتمے اور ایک کثیر قطبی بین الاقوامی نظام کی تشکیل کے درمیان، امتِ مسلمہ ایک نادر تاریخی موڑ پر کھڑی ہے۔ مسئلہ چین کے عروج یا مغرب کے زوال کا اتنا نہیں ہے جتنا کہ ان تبدیلیوں سے ملنے والے اس موقع کا ہے کہ نو آبادیاتی وابستگی اور تسلط کی میراث سے آزاد ہو کر ایک آزاد اسلامی تہذیبی منصوبے کی تعمیر کی طرف قدم بڑھایا جائے، جو مغرب سے اپنا ناطہ توڑ لے، اور اپنی طاقت انسانی و معاشی وسائل، اپنے قانونی نظام، اپنے عقیدے کے تصورات اور اپنی تہذیبی اقدار سے حاصل کرے۔ اگر عظیم قومیں تبدیلی کے بڑے لمحات کو پہچاننے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت سے پہچانی جاتی ہیں، تو موجودہ لمحہ ان لمحات میں سے ایک ہو سکتا ہے جو تاریخ کے دروازے بار بار نہیں کھولتے۔ ﴿وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ "اور یہ دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان بدلتے رہتے ہیں۔" (سورۃ آل عمران : آیت 140)

# سوڈانی حکومت کی معاشی پالیسیوں میں افراتفری

تحریر: انجینئر باسل مصطفیٰ

(ترجمہ)

سوڈانی پاؤنڈ کی قدر میں مسلسل اور شدید گراوٹ کا سلسلہ جاری ہے، اور یہ ڈالر کے مقابلے میں 5000 پاؤنڈ کی ریکارڈ سطح کے قریب پہنچ چکا ہے۔ اس صورتحال نے مہنگائی کا ایک نیا طوفان کھڑا کر دیا ہے اور مقامی کرنسی اپنی قدر و منزلت کا بڑا حصہ کھو چکی ہے۔ اس کے براہِ راست اثرات عوام کے معیارِ زندگی پر پڑے ہیں، یہاں تک کہ بین الاقوامی تنظیم برائے ہجرت (IOM) کے مطابق 86 فیصد خاندان اب اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہو چکے ہیں۔ زندگی کی بنیادی ضرورتوں کے حصول میں مشکلات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ گیس کے ایک سلنڈر کی قیمت تقریباً 1 لاکھ 20 ہزار پاؤنڈ تک جا پہنچی ہے، جو کہ نویں گریڈ کے ایک استاد کی 86 ہزار پاؤنڈ ماہانہ تنخواہ سے کہیں زیادہ ہے۔ اسی طرح فرسٹ گریڈ کے ملازم کی 2 لاکھ 25 ہزار پاؤنڈ تنخواہ بھی ایک خاندان کی پورے مہینے کی روٹی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے ناکافی ہے!

سوڈانی پاؤنڈ ڈالر اور دیگر غیر ملکی کرنسیوں کے مقابلے میں نو گنا تک گر چکا ہے اور اپنی 90 فیصد قدر کھو چکا ہے؛ ڈالر کی قیمت جو 2023 میں 570 پاؤنڈ تھی، اب بڑھ کر 4700 پاؤنڈ ہو چکی ہے اور اس کے 5000 تک پہنچنے کے خدشات عام ہیں۔ اسی طرح سعودی ریال 200 پاؤنڈ سے بڑھ کر 1050 پاؤنڈ اور مصری پاؤنڈ 13 سوڈانی پاؤنڈ سے بڑھ کر 98 پاؤنڈ کا ہو گیا ہے۔

کرنسی کی اس بدترین گراوٹ نے قیمتوں اور قوتِ خرید کو بری طرح متاثر کیا ہے، جس سے اشیاء کی قیمتیں دس گنا بڑھ گئی ہیں؛ مثلاً پیٹرول کا ایک گیلن جو 3000 پاؤنڈ کا تھا، اب 30,000 پاؤنڈ کا ہو چکا ہے۔ اس کے برعکس تنخواہوں کی حقیقی قدر بری طرح ختم ہو چکی ہے؛ اساتذہ کی وہ تنخواہیں جو چند سال پہلے 181 سے 498 ڈالر کے برابر تھیں، آج پاؤنڈ میں ان کی عددی قدر (86 ہزار سے 2 لاکھ 25 ہزار) برقرار رہنے کے باوجود عالمی مارکیٹ میں ان کی قیمت محض 17 سے 84 ڈالر رہ گئی ہے۔

سوڈان کے معاشی بحران کی بنیادی وجہ سرمایہ دارانہ معاشی نظام کا نفاذ ہے، جس میں ٹیکس، کسٹم ڈیوٹی اور اجارہ داری جیسے روایتی اوزار استعمال کیے جاتے ہیں۔ اشیاء کی قیمتوں میں ٹیکسوں اور ڈیوٹیوں کا تناسب اب تقریباً 70 فیصد تک پہنچ چکا ہے، جبکہ کسٹم ڈالر کی شرح 2025 کے آغاز سے 2000 سے بڑھا کر 3222 پاؤنڈ کر دی گئی ہے، جو کہ 61 فیصد کا خطیر اضافہ ہے۔ جب مخصوص گروہوں کے مفاد میں بعض اشیاء کی درآمد پر اجارہ داری قائم کر دی جاتی ہے اور وہ ان کی قیمتوں کو کنٹرول کرنے لگتے ہیں، تو اس کا منطقی نتیجہ مہنگائی میں اضافے اور عوامی تکالیف کی وسعت کی صورت میں نکلتا ہے۔

جہاں تک کرنسی کی تباہی کا تعلق ہے، تو اس کی تین بڑی وجوہات ہیں: پہلی وجہ تجارتی توازن میں مستقل خسارہ ہے، جہاں سوڈان کی برآمدات تقریباً 2.6 بلین ڈالر ہیں جبکہ درآمدات 6.5 بلین ڈالر تک پہنچ چکی ہیں، یعنی تقریباً 3.9 بلین ڈالر کا خسارہ پایا جاتا ہے۔ اصول یہ ہے کہ جب بھی درآمدات برآمدات سے زیادہ ہوتی ہیں، تو درآمدات کی مالی معاونت کے لیے غیر ملکی کرنسی کی طلب بڑھ جاتی ہے، جس کے نتیجے میں ڈالر مہنگا اور مقامی کرنسی سستی ہو جاتی ہے۔

یہ ایک المیہ ہے کہ سوڈان وسائل کے لحاظ سے کوئی غریب ملک نہیں ہے کہ اسے اس قدر شدید خسارے کا سامنا کرنا پڑے۔ یہ افریقہ میں سونا پیدا کرنے والے بڑے ممالک میں سے ایک ہے، اور دنیا کی بیشتر 'گوند ملاوٹ' (Gum) پیدا کرتا ہے، اس کے علاوہ یہاں زراعت، لائیو اسٹاک اور معدنیات کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ لیکن بدعنوانی اور حکومت

کی پیداوار دشمن پالیسیوں نے سوڈان کو ان نعمتوں سے حقیقی فائدہ اٹھانے سے محروم کرر کھاہے۔اس کی ایک واضح مثال سونے کا معاملہ ہے؛وزیر خزانہ نے اعلان کیا کہ 2025 کے دوران سوڈان کی سونے کی پیداوار تقریباً70 ٹن رہی، جبکہ سرکاری طور پر صرف 20 ٹن بر آمد کیا گیا۔ سونے کی پیداوار پر حکومت کی نگرانی کے باوجود، محض کچھ حصہ بر آمد کیا گیا جبکہ باقی ماندہ حصہ حکام کی جیبوں کی نذر ہو گیا۔ اگر صرف اسی 70 ٹن سونے کو کسی اور اضافی پیداوار کے بغیر بر آمد کیا جاتا، تو سوڈان کی بر آمدات کی مالیت 9 بلین ڈالر تک پہنچ جاتی، جس کا مطلب ہے کہ تجارتی توازن میں 2.5 بلین ڈالر کا منافع ہوتا۔ اسی طرح ٹیکسوں اور جبری وصولیوں کی پالیسیاں وہ تیشہ ثابت ہوئیں جس سے حکومت نے پیداواری ڈھانچے کو ہی تباہ کر دیا؛متعدد ٹیکسوں اور فیسوں نے زراعت اور صنعت میں پیداواری صلاحیت کو ختم کر دیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ جنگ نے بحران کو مزید سنگین کر دیا ہے، لیکن یہ اس کا اصل سبب نہیں ہے، کیونکہ پاؤنڈ کی گراوٹ اور مہنگائی کا آغاز جنگ سے کئی سال پہلے ہی ہو چکا تھا۔ تاہم جنگ کے حالات نے حکومت کو 'تخلیقی افراتفری' جیسا موقع فراہم کر دیا ہے تاکہ وہ ایسے سنگین معاشی اقدامات لاگو کر سکے جو عام حالات میں ناممکن ہوتے، جیسے کہ کرنسی کی قدر میں دانستہ کمی کرنا۔

پاؤنڈ کی قدر گرنے کی دوسری بڑی وجہ خود نقدی نظام (مانیٹری سسٹم) کی نوعیت ہے، کیونکہ یہ کرنسی محض لازمی کاغذی نوٹوں پر مشتمل ہے جن کی پشت پناہی کے لیے کوئی ٹھوس بنیاد موجود نہیں ہے۔ ریاست جب چاہتی ہے اسے بغیر کسی سونے کی ضمانت (کور) کے چھاپ دیتی ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ کرنسی کی مقدار میں بے تحاشہ اضافہ افراطِ زر کا باعث بنتا ہے، جو کرنسی کی قدر کو گرا دیتا ہے اور اس طرح لوگوں کی محنت اور جمع پونجی لوٹ لی جاتی ہے۔

تیسری وجہ عالمی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) کی ان معیشت کش شرائط پر عمل درآمد ہے جن میں کرنسی کی قدر میں کمی کرنا شامل ہے۔ آئی ایم ایف ریاست پر دباؤ ڈالتا ہے کہ وہ ڈالر کے مقابلے میں اپنی کرنسی کی قدر کم کرے، اور یہ سب استعماری مقاصد کے تحت کیا جاتا ہے تاکہ ان کے وسائل پر قبضہ کیا جا سکے۔

جہاں تک حکومت کی جانب سے پیش کردہ حل کا تعلق ہے، تو وہ اسباب کے بجائے محض علامات اور نتائج کے علاج تک محدود ہیں۔ حکومت نے قیمتوں میں اضافے کی تمام تر ذمہ داری ایندھن درآمد کرنے والوں پر ڈال دی اور اعلان کیا کہ وہ اپنی وزارتوں کے ذریعے خود درآمدات کا انتظام سنبھالے گی۔ لیکن دو دن بعد ہی وہ درآمد کنندگان پر پابندی کے فیصلے

سے دستبردار ہو گئی اور ان سے درآمدی اجازت نامے حاصل کرنے کے لیے 200 کلو گرام سونا جمع کروانے کا مطالبہ کر دیا، جو کہ حکومتی اقدامات میں بوکھلاہٹ کی انتہا کو ظاہر کرتا ہے۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ ریاست ایندھن کی مارکیٹ سے الگ نہیں ہے، کیونکہ 4 سرکاری کمپنیاں درآمدی مقدار کا تقریباً 50 فیصد خود درآمد کرتی ہیں، جبکہ باقی نصف 38 نجی کمپنیوں کے درمیان تقسیم ہے۔

مزید برآں، ریاست ایک لیٹر پیٹرول پر 31 فیصد ٹیکس اور ریاستوں کے درمیان نقل و حمل پر 500 پاؤنڈ فی لیٹر تک کے صوبائی ٹیکس وصول کرتی ہے۔ لہٰذا، سرمایہ دارانہ نظام کی جبری ٹیکس پالیسیوں کے ساتھ ریاست ہی عوامی تکالیف میں اضافے اور ایندھن کی قیمتیں بڑھانے کی اصل ذمہ دار ہے۔

پاؤنڈ کی قدر کے استحکام کے لیے ناگزیر ہے کہ اسے ایک مستقل اور ٹھوس بنیاد پر استوار کیا جائے، اور وہ بنیاد 'سونا' ہے؛ یعنی سونے کی مکمل ضمانت کے بغیر کوئی نوٹ نہیں چھاپا جائے گا۔ سونے کے معیار (گولڈ اسٹینڈرڈ) کی بدولت کرنسی کی اپنی ذاتی قدر ہو گی، اور لوگوں کو اپنی بچتوں کی قدر گرنے کے خوف سے انہیں ڈالر یا کسی اور غیر ملکی کرنسی میں تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

سوڈان کے معاشی مسائل کا اصل اور جڑ سے علاج ایک ایسے معاشی نظام کے نفاذ میں پنہاں ہے جو اسلام کے احکامات پر مبنی ہو، جو کہ حکمت والے اور باخبر (اللہ) کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جو سوڈان کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے اور لوگوں کو پیداوار، صنعت اور تجارت کے ذریعے ان سے نفع حاصل کرنے کے قابل بنانے پر توجہ دیتا ہے۔ یہ نظام آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک جیسے سودی اداروں کے مداخلت کار ہاتھوں کو کاٹ دیتا ہے تاکہ وہ معاشی پالیسیوں پر اثرانداز نہ ہو سکیں اور ہماری کرنسی کی قدر نہ گرا سکیں۔ یہ نظام ہمارے ملک پر ڈالر کے استعماری غلبے کا خاتمہ کرتا ہے، اور اس میں کرنسی کی بنیاد ایک ٹھوس اثاثہ یعنی سونے کا معیار ہوتی ہے۔

سونا ہزاروں سالوں سے نقدی کی مستحکم بنیاد رہا ہے، اور اسلام نے اسی بنیاد کو تسلیم کرتے ہوئے کئی شرعی احکامات کو سونے کے ساتھ منسلک کیا ہے۔ یہ ایک غیر متزلزل بنیاد ہے، کیونکہ سونا ایک قیمتی دھات ہونے کی وجہ سے اپنی قدر برقرار رکھتا ہے۔ اس نظام کے قیام کے لیے 'ریاستِ خلافت' کی ضرورت ہے، کیونکہ موجودہ کٹھ پتلی نظام اسے نافذ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔

**ولایہ سوڈان میں حزب التحریر کے رکن**

# مغربی حکمران اپنے دلوں کا کینہ اور بغض ظاہر کرنے سے باز نہیں آتے

جرمن چانسلر فریڈرک میرز نے یہودی وجود پر یورپی یونین کی جانب سے پابندیاں عائد کرنے کی مخالفت کا اعلان کیا ہے۔ اسی دوران فرانس نے بھی یہ واضح کیا ہے کہ وہ ایران پر عائد کردہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی پابندیاں اس وقت تک ختم کرنے پر راضی نہیں ہوگا، جب تک اس کے جوہری پروگرام کے حوالے سے کسی بھی حتمی معاہدے میں اس کے بیلسٹک میزائل پروگرام اور خطے میں مسلح گروہوں کی حمایت کا مسئلہ شامل نہ کر لیا جائے۔

مغربی حکمران مسلسل اپنے سینوں کی خباثت اور دلوں کا کینہ نکال رہے ہیں۔ وہ ایک طرف فلسطین، لبنان اور ایران میں مسلمانوں کے خلاف یہودیوں کے وحشیانہ جرائم دیکھ رہے ہیں اور اقدار، روایات یا معاہدوں کی پرواہ کیے بغیر زمین پر ان کا تکبر اور فساد بھی ملاحظہ کر رہے ہیں۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح بچوں، عورتوں اور نہتے لوگوں کو قتل اور ہر چیز کو

خاکستر کیا جارہاہے، اس کے باوجود جرمن چانسلر یہودی وجود پر پابندیاں لگانے کی مخالفت کر رہے ہیں، حالانکہ یہ پابندیاں محض علامتی ہی کیوں نہ ہوں جن کا میدانِ جنگ میں کوئی خاص اثر نہ ہو۔ لیکن وہ اس خیال ہی کو سرے سے مسترد کرتے ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نشانہ بننے والے مظلوم مسلمان اور ان کے علاقے ہیں۔ اسی طرح فرانس، ایران پر سے اس وقت تک پابندیاں اٹھانے سے انکاری ہے جب تک وہ ایسی شرائط اور معاہدوں پر دستخط نہ کر دے جس سے یہ ضمانت مل جائے کہ وہ دوبارہ کبھی سر اٹھانے کے قابل نہیں رہے گا اور یہودی وجود کے لیے خطرہ نہیں بنے گا۔

یہ منظر اس دشمنی کی عکاسی کرتا ہے جو ان کے اندر اسلام اور مسلمانوں سے جڑی ہر چیز کے خلاف کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ وہ اس بغض کو دبانے کی تاب نہیں رکھتے، چنانچہ یہ ظاہر ہو کر انہیں رسوا کر رہاہے اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف ان کی اصل دشمنی اور غاصب یہودی وجود کے ساتھ ان کی محبت و وفاداری کو بے نقاب کر رہاہے، چاہے وہ یہودی وجود ایسی برائیاں اور قتلِ عام ہی کیوں نہ کریں جن سے جنگل کے درندے بھی پناہ مانگیں۔

یہی کافر مغرب کی حقیقت ہے، اور جو اس کے سوا کچھ اور گمان کرتا ہے وہ محض وہم کا شکار ہے۔ اللہ کے بعد مسلمانوں کا کوئی مددگار اور حامی نہیں سوائے ان کے اپنے، اور ان کے ممالک کو ذلت اور استعمار سے ان کی افواج کے بیٹے ہی نکالیں گے، لہٰذا اے افواج! نصرۃ (عسکری مدد) فراہم کرو، نصرۃ (عسکری مدد) فراہم کرو۔

# سوڈان کی صورتحال اور شہر العبید کا محاصرہ

تحریر: استاد عبد الخالق عبدون

(ترجمہ)

زمینی صورتحال میں ایک بڑی پیش رفت کے طور پر، ریپڈ سپورٹ فورسز (RSF) کی جانب سے العبید شہر پر مسلسل ڈرون حملے کیے جا رہے ہیں، جن کے نتیجے میں درجنوں افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور شہری تنصیبات کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ برطانوی وزارت خارجہ کے ایک بیان کے مطابق، منگل کے روز برطانیہ اور چھ یورپی ممالک نے ریپڈ سپورٹ فورسز کی جانب سے العبید کے گھیراؤ کے بعد وہاں جاری تشدد کو فوری طور پر روکنے کا مطالبہ کیا ہے۔

ناروے نے 'سوڈان میں مظالم کی روک تھام اور انصاف کے حصول کے اتحاد' کی جانب سے ایک بین الاقوامی بیان جاری کیا ہے، جس میں برطانیہ، فرانس، جرمنی، ہالینڈ، آئرلینڈ اور کینیڈا سمیت 21 ممالک کی تائید شامل ہے؛ اس بیان میں

العبید میں بڑے پیمانے پر ممکنہ مظالم کے خطرے سے خبر دار کیا گیا ہے۔ بیان میں سوڈانی فوج اور ریپڈ سپورٹ فورسز پر زور دیا گیا ہے کہ وہ شہریوں کے تحفظ اور انسانی بنیادوں پر امداد کی رسائی یقینی بنانے کے لیے زیادہ سے زیادہ دباؤ ڈالیں۔ جنیوا میں اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل کے سامنے ناروے کے سفیر، تورموڈ اینڈریسن نے متنبہ کیا کہ العبید میں تقریباً 5 لاکھ شہری، جن میں ایک لاکھ سے زائد بے گھر افراد بھی شامل ہیں، سنگین خطرے سے دوچار ہیں اور انہیں بڑے پیمانے پر انسانی حقوق کی پامالیوں اور مظالم کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

اسی دوران واشنگٹن نے بھی العبید میں بڑے پیمانے پر ہونے والے ممکنہ مظالم کے بارے میں انتباہ جاری کیا ہے۔ 22 جون 2026 کو امریکی وزارت خارجہ کے ترجمان تھامس پیگوٹ نے "ریپڈ سپورٹ فورسز اور ان کی اتحادی افواج کی جانب سے العبید شہر کے گردونواح میں مظالم کے خطرات" کے عنوان سے ایک بیان جاری کیا، جس میں کہا گیا: "ریاستہائے متحدہ ان اطلاعات پر شدید تشویش کا اظہار کرتا ہے کہ ریپڈ سپورٹ فورسز اور ان کی اتحادی قوتیں العبید کے گرد اپنے دستے جمع کر رہی ہیں، جس سے شہریوں کے خلاف تشدد، شہری اہداف پر حملوں اور العبید سمیت پورے خطہ کردفان میں تنازعے کی شدت میں اضافے کا سنگین خطرہ پیدا ہو گیا ہے"۔ انہوں نے مزید کہا کہ ریپڈ سپورٹ فورسز اور ان کی حلیف قوتیں ایسی تمام کارروائیوں کو فوری روک دیں جو شہریوں کی زندگیوں کو خطرے میں ڈالنے، انسانی امداد کی راہ میں رکاوٹ بننے یا مزید مظالم اور انسانی تکالیف میں اضافے کا باعث بنیں۔ امریکہ نے جنگجو فریقین پر زور دیا کہ وہ انسانی امداد کی محفوظ، تیز رفتار اور بلا تعطل رسائی کو ممکن بنائیں، شہریوں کے تحفظ کی اپنی ذمہ داری پوری کریں اور مزید مظالم کی روک تھام کے لیے فوری اقدامات اٹھائیں۔ انہوں نے یہ بھی واضح کیا کہ اس تنازعے کا کوئی فوجی حل نہیں ہے، اور فریقین کو بغیر کسی پیشگی شرط کے مذاکرات کے ذریعے ایسا سیاسی تصفیہ کرنا چاہیے جو تشدد کا خاتمہ کرے اور سوڈانی عوام کے بے پناہ مصائب کا مداوا کر سکے۔ امریکہ اپنے بین الاقوامی شراکت داروں اور متعلقہ سوڈانی فریقین کے ساتھ مل کر انسانی ہمدردی کی بنیاد پر جنگ بندی اور امداد کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے کوشاں رہے گا۔

العبید شہر، جو شمالی کردفان ریاست کا دارالحکومت ہے اور "عروس الرمال" (صحرا کی دلہن) کہلاتا ہے، سوڈانی فوج اور اس کی حامی قوتوں کے لیے غیر معمولی عسکری اور لاجسٹک اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہاں پانچویں انفنٹری ڈویژن کا ہیڈ کوارٹر واقع ہے۔ مزید برآں، یہ شہر شمالی، مغربی اور جنوبی کردفان سے لے کر دارفور تک پھیلی ہوئی جنگی کارروائیوں کی نگرانی اور انتظام و انصرام کے لیے ایک اہم مرکز کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

العبید کا شمار سوڈان کے قدیم ترین اور تجارتی و جغرافیائی طور پر اہم ترین شہروں میں ہوتا ہے۔ مغربی سوڈان کے وسط میں واقع ہونے کی بنا پر یہ نقل و حمل اور تجارت کا ایک حیاتیاتی مرکز ہے، جہاں ریلوے لائنیں، قومی شاہراہیں اور قدیم تجارتی قافلوں کے راستے ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ یہ شہر ملکی نقل و حمل کے نیٹ ورک میں ایک کلیدی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ یہ دارفور کو خرطوم سے ملانے والی مرکزی سڑک پر واقع ہے، اور یہاں ایک ہوائی اڈہ بھی موجود ہے جو تجارتی اور شہری آمدورفت کے لیے وقف ہے؛ یہی وہ عوامل ہیں جنہوں نے اسے ریپڈ سپورٹ فورسز کا بنیادی ہدف بنا دیا ہے۔

جمعہ 19 جون 2026 کو سوڈانی مسلح افواج اور ریپڈ سپورٹ فورسز نے العبید کے گرد اپنی عسکری قوت جمع کرنا جاری رکھا، جبکہ مسلسل دوسرے ہفتے بھی شدید لڑائی کی لہر برقرار رہی۔ ریپڈ سپورٹ فورسز نے شہر کو تین اطراف سے محاصرے میں لے رکھا ہے اور اس پر فضائی و توپ خانے سے شدید بمباری کی جا رہی ہے۔ مبصرین کے مطابق ان وجوہات کی بنا پر حالیہ مہینوں میں شہر پر عسکری دباؤ میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ اگرچہ فوج شہر کے سقوط کے امکانات کو رد کرتے ہوئے اپنے مکمل کنٹرول کا دعویٰ کر رہی ہے، تاہم ریپڈ سپورٹ فورسز کے میڈیا پلیٹ فارمز نے سینکڑوں سپاہیوں اور افسران کے قریبی شہروں کی طرف فرار ہونے کی خبریں دی ہیں۔ عسکری تجزیہ کاروں کا ماننا ہے کہ کردفان کی اس جنگ کے نتائج پورے سوڈان میں جاری لڑائی کا رخ متعین کر سکتے ہیں۔ ماہرین کے بقول العبید "کردفان کی کنجی" ہے، بالکل اسی طرح جیسے الفاشر "دارفور کی کنجی" تھی، اور اس پر قبضہ کرنے والے کو مغربی اور وسطی سوڈان کے درمیان نقل و حرکت کے تمام راستوں پر بڑی برتری حاصل ہو جائے گی۔

مختلف ممالک، اقوام متحدہ کے اداروں اور مقامی تنظیموں نے العبید میں خوراک و ادویات کی قلت اور بجلی و پانی کی فراہمی منقطع ہونے کے باعث انسانی المیے کے سنگین خطرات سے خبردار کیا ہے، کیونکہ شہر کے بڑے حصے بنیادی سہولیات سے محروم ہو چکے ہیں۔ ان حالات کے نتیجے میں لاکھوں شہری نقل مکانی کر کے قریبی علاقوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے ہیں، حالانکہ ان علاقوں میں بھی امن و امان اور انسانی صورتحال شہر کے اندرونی حالات جیسی ہی دگرگوں ہے۔

بڑھتے ہوئے خدشات کے باوجود، سوڈانی فوج کے سابق چیف آف اسٹاف لیفٹیننٹ جنرل ہاشم عبد المطلب نے العبید کے ریپڈ سپورٹ فورسز کے ہاتھوں میں جانے کے امکان کو خارج کر دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ حالیہ حملوں کا اصل مقصد شہر پر فوری قبضہ کرنا نہیں بلکہ سوڈانی فوج پر دباؤ بڑھانا اور دارفور کی جانب اس کی فوجی پیش قدمی میں رکاوٹیں کھڑی کرنا ہے۔

یورپ، بالخصوص برطانیہ کا طریقہ کار اب اس جنگ میں بالکل واضح ہو چکا ہے جسے امریکہ نے یورپی اثر و رسوخ کو ختم کرنے کے لیے چھیڑا ہے۔ یورپ دونوں فریقین کی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو اچھالنے میں مہارت رکھتا ہے؛ وہ کانفرنسیں منعقد کرتا ہے، مذمتی بیانات جاری کرتا ہے اور سوڈانی عوام کے ساتھ ہمدردی کا دکھاوا کرتا ہے، لیکن درحقیقت وہ صرف اپنے کھوئے ہوئے اثر و رسوخ کی واپسی کے لیے کوشاں ہے اور اسے اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ چاہے تمام سوڈانی ہی کیوں نہ ہلاک ہو جائیں۔

دوسری طرف امریکہ فوج اور ریپڈ سپورٹ فورسز کے قائدین کو سوڈانی عوام کے خلاف مظالم جاری رکھنے پر اکسا رہا ہے اور انہیں عسکری فیصلے کے بغیر جنگ کو طول دینے کی ترغیب دے رہا ہے۔ بائیڈن کے دور سے ہی تمام امریکی سیاستدانوں کی زبان پر یہ جملہ عام ہو چکا ہے کہ "اس جنگ کا کوئی فوجی حل نہیں ہے"، جو درحقیقت دونوں فریقین کے لیے خونریزی جاری رکھنے کا ایک اشارہ (گرین سگنل) ہے۔ امریکہ سوڈان کے سیاسی میدان کو یورپی ایجنٹ سیاستدانوں اور فوجی افسران سے پاک کرنا چاہتا ہے، وہ سوڈان کو انتہائی کمزور کر دینا چاہتا ہے اور تمام فریقین کو الجھا کر ملک کی شہ رگیں کاٹنا چاہتا ہے، اور یہ مقصد جنگ کو طویل کیے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

سوڈان نے عالمی طاقتوں، امریکہ اور برطانیہ کی اس رسہ کشی کی وجہ سے بے پناہ مصائب جھیلے ہیں، جنہیں اس لایعنی جنگ کے نتائج کی ذرہ برابر پرواہ نہیں جس نے سوڈانی عوام کو خون کے آنسو رلایا ہے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، لیکن اصل حیرت کی بات ملک کے باشندوں کی ان سازشوں پر خاموشی ہے جو ان کے ضمیر فروش حکمرانوں کی مدد سے ملک کے خلاف بوئی جا رہی ہیں۔

اب وقت ہے آگیا ہے کہ استعماری ریاست کی جڑیں کاٹنے اور سوڈان سمیت تمام مسلم بلاد سے ان کے ناپاک ہاتھ روکنے کے لیے عملی جدوجہد کی جائے۔ اور یہ مقصد تب ہی حاصل ہو سکتا ہے جب اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت پر بیعت کر کے مسلمانوں کا ایک خلیفہ مقرر کیا جائے جو اسلام کے مطابق لوگوں کی سیاست کرے اور ان گناہ گار و خبیث ہاتھوں کو جڑ سے کاٹ کر رکھ دے۔

**ولایہ سوڈان میں حزب التحریر کے میڈیا آفس کے رکن**

# سہ فریقی مغاربی سیکورٹی ہم آہنگی

## کیا یہ استعماری حفاظتی مداخلتوں کے سامنے پائیدار ثابت ہو گی؟

تحریر: استاد یاسین بن یحییٰ

(ترجمہ)

ایک ایسے علاقائی منظرنامے میں جہاں ساحل کے بڑھتے ہوئے خطرات، نیٹو اتحاد میں پڑنے والی دراڑوں اور امریکی ترجیحات میں تبدیلی کا سنگم ہو رہا ہے، وہاں تیونس، لیبیا اور الجزائر کے درمیان سہ فریقی سیکورٹی تعاون ایک ایسے

سٹریٹیجک خلا کو پر کرنے کی سعی کے طور پر ابھر رہا ہے جس کے آثار روایتی سیکورٹی ڈھانچوں پر کم ہوتے بھروسے کے ساتھ ہی نمایاں ہونا شروع ہو گئے ہیں۔

## تین ملکی تعاون.. مشترکہ سیکورٹی کی جانب ایک مغاربی پیش رفت

16 جون 2026 کو لیبیا کے دارالحکومت طرابلس نے لیبیا، الجزائر اور تیونس کی اس ورکنگ ٹیم کے دوسرے اجلاس کی میزبانی کی جسے مشترکہ سرحدوں کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ یہ ٹیم جنوری 2025 میں تینوں ممالک کے وزرائے داخلہ کے درمیان ہونے والے ایک معاہدے کے تحت تشکیل دی گئی تھی۔ یہ ملاقات محض ایک رسمی اجلاس نہیں تھا، بلکہ یہ اس سہ فریقی سیاسی عزم کا عکاس تھا جس کی بنیاد اس ادراک پر ہے کہ سرحد پار سے ابھرنے والے خطرات، خواہ وہ اشیاء اور انسانوں کی اسمگلنگ ہو، یا منظم جرائم اور دہشت گردی کے نیٹ ورکس کا پھیلاؤ، یا بحیرہ روم کے جنوبی کنارے پر اپنی سرحدوں کو منتقل کرنے کی یورپی حکمت عملی، ان تمام چیلنجز کا مقابلہ مشترکہ میدانی ہم آہنگی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ دوسرے اجلاس کے انعقاد کے لیے طرابلس کا انتخاب ایک واضح سیاسی پیغام کا حامل ہے: کہ لیبیا کا دارالحکومت داخلی منظرنامے کی نازک صورتحال کے باوجود اب بھی علاقائی تعاون کے لیے ایک پلیٹ فارم بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور یہ کہ سلامتی کے امور کو ریاست کے تسلیم شدہ اداروں کے ذریعے منظم کیا جا سکتا ہے۔

## نیٹو کی ٹوٹ پھوٹ کے سائے میں.... متبادل کی تلاش میں ایک سٹریٹیجک خلا

اس سہ فریقی تعاون کو جو چیز گہرا جیوپولیٹیکل رخ عطا کرتی ہے، وہ ایک پر آشوب بین الاقوامی تناظر ہے جس میں یہ عمل وجود میں آیا ہے۔ امریکہ اور نیٹو میں شامل اس کے یورپی اتحادیوں کے درمیان تعلقات غیر معمولی تناؤ کا شکار ہیں، جس میں یورپ میں امریکی فوجی وابستگی کو کم کرنے کی بار بار کی دھمکیاں اور یورپی اتحادیوں پر اپنا دفاعی بوجھ نہ اٹھانے کے امریکی الزامات شامل ہیں۔ امریکی وزیر خارجہ مارکو روبیو نے ایران کے بارے میں متحد موقف اپنانے میں ہچکچاہٹ پر نیٹو اتحادیوں پر کڑی تنقید کرتے ہوئے اس کا واضح اظہار کیا، جو کہ مغربی اتحاد کے اندر بڑھتی ہوئی دراڑ کا پیش خیمہ ہے۔

یہ ٹوٹ پھوٹ افریقہ پر اثرات مرتب کیے بغیر نہیں رہی۔ نیٹو کے ایک جامع حفاظتی فریم ورک کے طور پر کمزور پڑتے ہوئے کردار کے ساتھ ہی، واشنگٹن نے متبادل علاقائی شراکت داروں کی تلاش شروع کر دی ہے، جو شمالی افریقہ میں امریکہ کی بڑھتی ہوئی دلچسپی کی جزوی وضاحت کرتا ہے۔ جیسا کہ تجزیوں سے ظاہر ہوتا ہے، امریکہ اور اس کے نیٹو

اتحادیوں کے درمیان حالیہ کشیدگی اس حقیقت کی یاددہانی کراتی ہے کہ افریقی سلامتی کا مکمل انحصار دور دراز کی قوتوں پر نہیں کیا جاسکتا، بلکہ تنازعات کے حل اور اقتصادی تعاون کے لیے ایک زیادہ مستحکم ڈھانچہ فراہم کرنے کی خاطر براعظمی اداروں کو مضبوط بنانا ناگزیر ہے۔

## حساب کتاب اور تضادات کے درمیان امریکی مفادات

خطے میں امریکہ کی دلچسپی کوئی نئی بات نہیں ہے، لیکن شمالی افریقہ میں اثر و رسوخ کے لیے بڑھتے ہوئے بین الاقوامی مقابلے، خاص طور پر امریکہ اور یورپ کے مابین کھینچ تان، اور روس و چین کے بڑھتے ہوئے کردار کے سبب اس میں نئی شدت پیدا ہوئی ہے۔ یہ تحرک تیونس کی جانب تیز تر امریکی سفارتی سرگرمیوں سے نمایاں ہے، جو کہ اب واشنگٹن کی توجہ کا مرکز بن چکا ہے جس کی وجوہات سیکورٹی، سیاسی اور سٹریٹیجک بنیادوں پر ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔

تیونس، جسے 2015 سے نیٹو سے باہر ایک اہم اتحادی کا درجہ حاصل ہے، خاص طور پر بحری میدان میں بڑھتا ہوا علاقائی کردار ادا کرنے کی تگ و دو کر رہا ہے، اور وہ علاقائی فوجی تعاون کے لیے ایک مرکز بننے کا خواہاں ہے۔ اس کی جھلک جون 2026 میں یورپ اور افریقہ میں امریکی بحری افواج کے کمانڈر کے دورہ تیونس میں دیکھنے کو ملی، جہاں بات چیت کا محور بحیرہ روم میں بحری تعاون تھا۔

تاہم، الجزائر کے بارے میں امریکہ کا موقف سب سے زیادہ پیچیدہ ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں الجزائر کے تجربے کے اعتراف کے باوجود، واشنگٹن اس کے ساتھ انتہائی احتیاط برتتا ہے، جس کی وجہ الجزائر کے روس اور چین کے ساتھ قریبی تعلقات اور حساس علاقائی مسائل پر اس کا جداگانہ موقف ہے۔ واشنگٹن ایک دوہری حکمت عملی پر عمل پیرا ہے: یعنی الجزائر کے سیکورٹی تجربے سے فائدہ اٹھانا، اور اسے مغرب کے ساتھ مکمل اتحاد کی طرف دھکیلے بغیر غیر جانبداری کے دائرے میں رکھنا۔

جہاں تک لیبیا کا تعلق ہے، تو وہ واشنگٹن کے لیے شمالی افریقہ میں سلامتی کی کلید ہے، جہاں اس کے سیاسی استحکام کو کسی بھی حقیقی سرحدی تحفظ کے لیے بنیادی شرط سمجھا جاتا ہے۔ واشنگٹن نے لیبیا کے مختلف فریقین کے مابین موقف میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے سفارتی اقدامات شروع کیے ہیں، تاکہ اداروں کو متحد کرنے اور مؤثر سیکورٹی تعاون کے لیے زمین ہموار کی جاسکے۔

## ایک آزاد مغاربی وژن کی جانب

ان تبدیلیوں کے بیچ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ: کیا مغاربی ممالک بیرونی حکمت عملیوں کو محض قبول کرنے تک محدود رہیں گے، یا وہ ایک آزادانہ حفاظتی وژن کی تشکیل کے لیے کوشاں ہوں گے؟ تیونس، لیبیا اور الجزائر کے درمیان سہ فریقی تعاون درست سمت میں ایک قدم ہے، لیکن یہ اس وقت تک ادھورا رہے گا جب تک کہ اسے خطے کے دیگر ممالک پر مشتمل ایک وسیع تر وژن کے ذریعے پایہ تکمیل تک نہیں پہنچایا جاتا۔

شمالی افریقہ کو ساحل کی بدامنی سے لے کر غیر قانونی ہجرت اور منظم جرائم تک جن چیلنجز کا سامنا ہے، وہ استعمار کی کھینچی ہوئی مصنوعی سرحدوں کو تسلیم نہیں کرتے، اور نہ ہی وہ دور دراز کے دارالحکومتوں سے آنے والے حل کے منتظر رہتے ہیں۔ بحر اوقیانوس کے پار (ٹرانس اٹلانٹک) تعلقات میں آنے والی دراڑیں اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ علاقائی سلامتی کے انتظام کے لیے دوسروں پر تکیہ کرنا، اس کے شرعی گناہ ہونے کے ساتھ ساتھ، اب کوئی طویل مدتی سٹریٹیجک انتخاب نہیں رہا، بلکہ یہ خطرات سے گھرا ہوا ایک جوا بن چکا ہے۔

اسی لیے، ایک مشترکہ اور آزاد وژن کی پکار محض ایک سیاسی نعرہ نہیں ہے، بلکہ ایک شرعی فریضہ اور سیکورٹی، معاشی و وجودی ضرورت ہے۔ مغربِ عربی (مراکش) اپنے مرکزی جغرافیائی محل وقوع اور انسانی و قدرتی وسائل کی بدولت ایک ایسے علاقائی سیکورٹی نظام کی تعمیر کے قابل ہے جو اس کی سرحدوں کی حفاظت کرے اور اس کی خودمختاری کا تحفظ یقینی بنائے؛ ان استعماری منصوبوں سے الگ رہ کر جنہوں نے دہائیوں تک اس خطے کو محض ایک سیکورٹی بیریئر یا بین الاقوامی رسہ کشی کے میدان تک محدود کر رکھا تھا۔

چنانچہ، یہ چیلنج نہ تو امریکی ہے اور نہ ہی یورپی؛ یہ خالصتاً مغاربی چیلنج ہے، جس کا آغاز امت کے شعور اور اس کے صاحبِ قوت افراد کی جانب سے اس تاریخی لمحے کی اہمیت کو بھانپنے سے ہوگا تاکہ ماضی کے استعمار کا صفحہ پلٹ کر مستقبل کی وحدت کو تشکیل دیا جائے۔ کیونکہ حقیقی سلامتی صرف گشت اور کیمروں کے بل بوتے پر قائم نہیں ہوتی، بلکہ ایک تمدنی و سیاسی منصوبے پر استوار ہوتی ہے جو امت کو اس کا اقتدار واپس دلاتا ہے اور ایسی ریاست کی بنیاد رکھتا ہے جو پہل کاری کی صلاحیت رکھتی ہو اور بڑی طاقتوں کی سرپرستی اور ان کے بدلتے ہوئے ایجنڈوں سے بے نیاز ہو کر سیکورٹی کی خودمختاری حاصل کر سکے۔

# عرب لیگ کو کسی گہری کھائی میں دفن کر دینا چاہیے

مصر کے صدر سیسی نے مشترکہ عرب عمل کے نظام کو مضبوط بنانے اور عرب لیگ کے کردار کو فعال کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے اسے "ریاستوں کے دفاع اور عرب عوام کے مفادات کے تحفظ کے لیے بنیادی چھتری اور جامع فریم ورک" قرار دیا ہے۔ انہوں نے یہ باتیں سیکرٹری جنرل کے عہدے کے امیدوار نبیل فہمی اور موجودہ سیکرٹری جنرل احمد ابو الغیط سے ملاقات کے دوران کہیں، جن کی مدتِ ملازمت رواں ماہ کے آخر میں ختم ہو رہی ہے۔

**الرایہ اخبار** کا تبصرہ ہے کہ: سیسی کی عرب لیگ کے کردار کو فعال کرنے اور اسے زندہ رکھنے کی تڑپ دراصل امت کو کمزور، ٹکڑوں میں تقسیم اور استعماری کافر کے تابع رکھنے کی خواہش کا شاخسانہ ہے۔ عرب لیگ کی بنیاد ہی عرب خطے کے مسلمان ممالک کے درمیان تفریق کو مستقل کرنے پر رکھی گئی ہے، جس کے لیے "ریاستوں کی آزادی کے احترام" کا بہانہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ریاست کی سرحدیں، جھنڈا اور دستور دوسرے سے الگ ہو، اور اس حقیقت کو بدلنے کی کوئی بھی کوشش نام نہاد ملکی خودمختاری پر حملہ اور عرب لیگ کے چارٹر کے منافی قرار دی جاتی ہے۔

امت پر واجب ہے کہ وہ عرب لیگ جیسی تنظیم کو کسی گہری کھائی میں دفن کر دے، نہ کہ اسے فعال کرنے یا اس کی تجدید کی کوشش کرے۔ یہ تنظیم ہمیشہ سے امت کے سینے میں پیوست ایک خنجر، اسے تقسیم کرنے کا آلہ اور امریکہ و مغرب کے لیے ان کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے اور ہمارے ممالک پر ان کی نوآبادیات کو برقرار رکھنے کا وسیلہ رہی ہے۔ امت کو چاہیے کہ اس تنظیم اور مسلم ممالک میں موجود تمام ضرررساں نظاموں کے بجائے نبوت کے طریقے پر خلافتِ راشدہ قائم کرے، جو اسے متحد کرے اور فتح و نصرت کی منزل تک پہنچائے۔